کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار
ماہنامہ
اشرف الجرائد حیدرآباد
Volume:15 Issue:1 Janurary 2022
مدیر
مولانا محمد عبد القوی
ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد
www.iauth.in
1

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

یہ حالات غیر متوقع نہیں

از: مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی*

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ　بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ آمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ أَشْرَكُوْا (سورۃ المائدہ: ۸۲)

ترجمہ: تم یہ بات ضرور محسوس کرلو گے کہ مسلمانوں سے سب سے سخت دشمنی رکھنے والے ایک تو یہودی ہیں اور دوسرے وہ لوگ ہیں جو (کھل کر) شرک کرتے ہیں۔

توضیح: اس وقت دنیا کے جو بھی حالات ہیں وہ طے شدہ نظام کا حصہ ہیں، خصوصا اسلام دشمنی کے حوالے سے یہود اور ان کے ہم نظریہ برہمن پوری قوت سے قائدانہ کردار ادا کر رہی ہیں، ان کی ساری ذہنی و مالی توانائیاں اسلامی شعائر اور اس کی روح کو مختل و کمزور کرنے میں جٹی ہوئی ہیں، جیسے آیت قتال کو دہشت گردی، آیات تعزیر کو اسلام کی سخت گیری، احکام حجاب کو قدامت پسندی کا نام دینا، غرض اسلام کے ایک ایک حکم میں خفت پیدا کر کے اہل اسلام کے ذہنیت کو استخفاف والا بنانا نیز ہر منکر کی تاویل کر کے اس کو اسلامی سانچے میں ڈھالنے کی جدوجہد میں لگے رہنا یہ اس قوم کا نظریہ اور اپنے تشخص کی بقا کے لیے ایک اہم فریضہ ہے، اور یہی وہ عداوت ہے جس کا تذکرہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۸۲ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرما دیا ہے، وہ اپنے معاندانہ تیور کو ٹھنڈا کرتے رہتے ہیں نئی تہذیب، نئی روشنی، نئی دنیا نئے عروج کی شکل میں؛ حالاں کہ یہ ایک سراب ہے، ہم سے ہمدردی کسی قدر عیسائی قوم تو کر سکتی ہے لیکن یہود و مشرکین سے کسی خیر کی توقع رکھنا قرآن مجید کی سچی خبر سے شپرہ چشم بننا ہے، قرآن مجید نے بڑے تاکیدی لہجے کے ساتھ یہ واضح کر دیا ہے کہ جتنے تمہارے دشمن ہیں ان سب میں سب سے زیادہ سخت یہود اور مشرکین ہیں، لہٰذا ان کی دوستی تمہارے لیے بھی اور اسلام کے لیے بھی نقصان کا سبب بن سکتی ہے۔

یہ ہم مسلمانوں کی کمزوری، لاپرواہی ہے کہ ہمارے درمیان ایک سچا خبر نامہ بشکل کلام الٰہی موجود ہونے کے باوجود ہم اس کو پڑھتے نہیں، حالات پر اس کو منطبق کرتے نہیں، جب کبھی حالات ہماری توقعات کے خلاف

* ذمہ دار ادارہ حسیب المدارس، حیدرآباد

آتے ہیں تو افسردہ ہو جاتے ہیں، واویلا اور شور مچاتے ہیں، اگر ہم قرآن پڑھتے تو معلوم ہو جاتا یہ حالات تو آنے ہی والے تھے، مسلمانوں کے لیے روئے زمین تنگ ہونے ہی والی تھی، اور یہ سنت اللہ ہے کہ وہ اہلِ اسلام کو آزمائش کی بھٹی میں ڈال کر دیکھتا ہے کہ کون صاحب ایمان رہتا ہے اور کون متزلزل ہو کر ایمان کو خیر باد کہہ دیتا ہے، لیکن ان حالات میں مسلمانوں کو جو کام کرنے کے ہیں وہ سورہ نساء کی آیتوں میں واضح کر دیا گیا کہ تمہیں کافروں کو دوست بنانے، ان کی چوکھٹ پر کاسہ گدائی لے کر عزت کی بھیک مانگنے، ان کی معیت میں بیٹھنے، خصوصاً جب کہ وہ خدا کے احکامات کا تمسخر کر رہے ہوں ان سب باتوں سے احتیاط کرنا پڑے گا، پھر خدا اپنے وعدے کو سچ کر دکھائے گا وَلَنۡ يَّجۡعَلَ اللّٰهُ لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَلَى الۡمُؤۡمِنِيۡنَ سَبِيۡلًا کہ اللہ تعالیٰ ہر گز کافروں کو مسلمانوں پر غالب نہیں کرے گا، سورہ آل عمران میں تو اہل ایمان کو حکم دیا گیا کہ اگر تم ایمان اور اس کے مقتضیات پر عمل پیرا رہو گے تو وعدہ ہے کہ تم ہی سر بلند رہو گے۔

جو قوم ہمارے قتل کے درپے ہے، ہماری شناخت کو مٹانے کی جدوجہد میں مصروف ہے، جن کے نزدیک ان کے اپنے کتے مسلمانوں سے زیادہ اہمیت کے حامل ہیں، اسلام اہل اسلام کے وجود سے جن کا عناد جوش مارتا ہے، طرفہ تماشہ یہ ہے کہ ہم سر کے بال سے لے کر پیر کے ناخن تک انہی کی تہذیب کے دلدادہ ہیں، ان کی تعلیم ان کے کلچر میں ہم کو ترقی، ان کے مصنوعی چکا چوند میں دنیوی کامرانی نظر آتی ہے؛ لیکن اس حقیقت کو قرآن نے بڑے صاف الفاظ میں ظاہر فرما دیا کہ مسلمان اس قوم سے جتنی بھی وفاداری، چاپلوسی کر لے وہ خوش تو ان کے ارتداد پر ہی ہوں گے اس سے کم پر راضی نہیں ہوں گے، یہ غور کرنے کا وقت ہے کہ مسلمان کس کے ہاتھوں رسوا ہو رہے ہیں؟ ان کا کھلا دشمن کون ہے؟ نہ نظر آنے والی دشمنی کس کی ہے؟ اس کے خلاف منصوبے کہاں تیار کیے جاتے ہیں اس کو روبہ عمل کیسے لایا جاتا ہے؟ ہمارے ایمان پر کون ڈاکہ ڈالتا ہے؟ اسلام کا باریک بینی سے مطالعہ کر کے اس کی روح کا کون سراغ لگاتا ہے پھر خفیہ طریقے سے اہل اسلام کے قلب سے اس روح کو غیر محسوس طور پر کون کمزور کرتا ہے؟ اپنی فراست ایمانی سے ان خفیہ سازشوں کا سراغ لگانا چاہیے، مومن شریف الطبع ضرور ہوتا ہے لیکن ذہنی مفلوج نہیں ہوتا، ہم کو حالات پر بڑی گہری نظر رکھنے کی ضرورت ہے، دوسری طرف اپنا بھی احتساب ضروری ہے کہ میں ایمان میں کس قدر مضبوط ہوں؟ اعمال واخلاق کے اعتبار سے مجھ میں کس قدر پختگی ہے؟ قرآن سے میرا کتنا لگاؤ ہے؟ میں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتنا پڑھا؟ اور ان کو کتنا اپنے اندر بسایا ہے؟ جب تک ہم اپنے ضمیر سے یہ سوالات کر کے اپنے نقائص کو دور کر کے اپنے اندر تبدیلی نہیں لائیں گے تو خدا تعالیٰ کو بھی کوئی پرواہ نہیں ہو گی کہ ہم کس بیابان میں ہلاک کر دیے جائیں۔ اللھم لا تسلط علینا من لا یخافک فینا و لا یرحمنا۔ اللھم لا تکلنا الی انفسنا طرفۃ عین۔

مسلمانو! دین پر ثابت قدم رہو

از: مرتب

عَنْ سُفْیَانَ بنِ عَبْدِاللہ الثقفی رضی اللہ عنہ قَالَ: قُلْتُ یارسولَ اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم قُلْ لِی فِی الاسلامِ قَوْلاً لاأسألُ عَنْہ اَحداًبَعْدَک، قَال: "قُلْ اٰمنتُ باللہِ ثم اِستَقِمْ" (رواہ مسلم:38)

ترجمہ: حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اسلام کے بارے میں ایسی جامع بات بتادیجئے کہ آپ کے بعد مجھے کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہ رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "کہو، میں اللہ پر ایمان لایا اور اس پر مستقیم رہو"۔

تشریح: یہ روایت امام مسلمؒ کے علاوہ، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام دارمی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے بھی اپنی کتبِ حدیث میں بیان کی ہے، بعض میں کچھ اضافہ بھی ہے کہ: اس کے بعد "حضرت سفیان رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: میرے بارے میں آپ کو سب سے زیادہ خطرہ کس بات کا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "اپنی زبان مبارک پکڑی" اور فرمایا "اس کا"۔

علماء فرماتے ہیں یہ روایت "جوامع الکلم" میں سے ہے کہ مختصر سے الفاظ میں سارا دین سمیٹ دیا گیا ہے، "اٰمنت باللہ" سے ایمان لانے کی اور "استقم" سے تمام احکاماتِ الٰہیہ پر ٹھیک ٹھیک قائم رہنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ گویا ایمان اور عمل صالح کو اس حدیث میں جمع کردیا گیا ہے جو مدارِ نجات اور وسیلۂ کامرانی ہے۔

استقم "الاستقامۃ" سے بنا ہے، اس کے معنیٰ ہیں ایسے سیدھے کھڑے ہونا کہ کسی طرف جھکاؤ نہ ہو یعنی ہر مومن کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کے تمام اوامر ونواہی کا پاس ولحاظ رکھے، کسی حکم کے پورا کرنے میں افراط و تفریط کا شکار نہ ہو، کسی بھی منکر ومعصیت سے اجتناب میں ذرہ برابر غفلت ولا پرواہی نہ برتے۔

حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے "الاستقامۃ" کی تفسیر توحید پر قائم رہنے سے فرمائی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نے فرمایا: ’’الاستقامة ان تستقیم علی الامر والنھی ولا تروغ روغان الثعالب‘‘ استقامت یہ ہے کہ تم اللہ کے تمام احکام نیز اوامر ونواہی پر سیدھے جمے رہو، اور لومڑیوں کی طرح قلابازیاں مت کھاؤ۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس کی تفسیر ’’اخلاص عمل‘‘ سے فرمائی ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے اس کی تفسیر ’’ادائے فرائض‘‘ سے کی ہے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: استقامت یہ ہے کہ تمام اعمال میں اللہ کی اطاعت کرو، اور اس کی معصیت سے اجتناب کرو۔

حاصل یہ نکلا کہ بندہ اپنی زندگی کو توحیدِ خالص، عمل صالح، خلوصِ نیت سے مزین کرے، اس میں کسی بھی طرح کی کمی زیادتی اُسے صراطِ مستقیم سے منحرف کردے گی۔ اس مختصر سے لفظ نے زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرلیا ہے، انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات، معاشرت واخلاقیات سب میں اسلام کی بتائی ہوئی خطِ مستقیم پر چلتا رہے، ذرا سے بھی انحراف اُسے شرک وریا، خیانت وفریب، کبروغرور جیسے مہلک راستوں پر لے جاسکتا ہے، دنیا بھر کی گمراہیوں اور بداعمالیوں کا جائزہ لیا جائے تو سمجھ میں آئے گا سب اسی استقامت سے ہٹ جانے کا نتیجہ تھا۔ جو لوگ شرک وکفر میں مبتلا ہوئے وہ توحید کے راستہ سے ہٹ گئے، جو لوگ بدعات میں مبتلا ہوئے وہ سنت کی روشن راہ کو چھوڑ بیٹھے، جن لوگوں نے عبادات یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی، تلاوت اور ذکر وغیرہ کی ادائیگی میں دوسروں کی خوش نودی کے جذبے کو شامل کرلیا وہ اخلاص عمل کی شاہ راہ سے ہٹ گئے، جن لوگوں کے معاملات میں دھوکہ دہی، فریب، جھوٹ، خیانت جیسی بدعملیاں درآئیں وہ معاملات میں اسلام کی بتائی ہوئی صدق وصفا، امانت ودیانت کی سیدھی راہ سے منحرف ہوگئے، جن لوگوں کی معاشرتی وعائلی زندگی میں تلخیاں، ناخوشگواریاں، بدتمیزیاں جنم لے رہی ہیں یا لے چکی ہیں وہ غور کریں تو پتہ چلے گا کہ انہوں نے اسوۂ نبوی کے معاشرتی پہلو کو نظرانداز کردیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ کوئی آسان کام نہیں ہے، اِسی لئے صوفیاء نے کہا ’’الاستقامة فوق الف کرامة‘‘ استقامت فی الدین ہزاروں کرامتوں سے بڑھ کر ہے، یعنی اگر کسی بندۂ خدا سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو؛ لیکن وہ شریعت وسنت کا نہایت پابند ہو تو یہ اس کے ولیُ اللہ ہونے کا بین ثبوت ہے۔

ترجمان القران حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی یہ نصیحت جو عثمان بن حاضر ازدیؒ کو انہوں نے کی تھی ہم سب کے لئے مشعلِ راہ ہے ’’علیک بتقوی اللہ والاستقامة، اتبع ولا تبتدع‘‘ تم تقویٰ اور استقامت کو لازم پکڑو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ دین کے معاملہ میں شریعت کا اتباع کرو، اپنی طرف سے کوئی بدعت ایجاد مت کرو‘‘۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو استقامت فی الدین کی دولت عطا فرمائے۔ آمین

پیش گفتار

غیر مسلموں میں اسلام کا تعارف کیسے ہو؟

۱۳/نومبر ۲۰۲۱ء بعد نماز مغرب بہ مقام کریم نگر، دانشورانِ ملت، ڈاکٹرس، انجینئرس، وکلاء، سیاست داں، اہل صحافت، تجار اور تعلیم یافتہ حضرات سے مدیر محترم حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ العالی نے پُر مغز خطاب فرمایا جس کے چند اقتباسات مولانا مفتی محمد عبدالحمید قاسمی، معلم جامعہ صدیقیہ فیض العلم کریم نگر نے مرتب فرما کر قارئینِ اشرف الجرائد کے لئے ارسال فرمایا ہے۔ از: مرتب

انسانیت کی ابتداء ہی سے حق و باطل کی کشمکش چلی آ رہی ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا، اور یہ بات بھی مُسلّم ہے کہ ہمیشہ حق کی فتح ہوئی ہے، کیوں کہ حق کی فتح ظلم و نا انصافی، اور تلوار کے زور پر نہیں بلکہ عمدہ اخلاق، بہترین کردار اور انسانیت کا اعلیٰ نمونہ کے ذریعہ ہوتی ہے۔

ہر شعبہ (فیلڈ) میں نبی کا نمائندہ بن کر زندگی گزاریں:-

انسان وہ ہے جسے دوسرے کی تکلیف اور درد کا احساس ہو ورنہ وہ انسان کہلانے کے قابل نہیں، روایتوں میں یہ بات موجود ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا کیا گیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے اُنہیں اپنے پہلو میں پا کر ایک قسم کا انس اور سکون محسوس کیا، معلوم ہوا کہ انسان انسان کے لئے اُنس و محبت کا سبب ہے، اسی واسطے مسلمان کو چاہیئے کہ جس میدان میں بھی اپنی خدمت و مصروفیت اختیار کرے خواہ وہ مصروفیت اپنے معاش اور روزی کے لئے ہی کیوں نہ ہو اس میں انسان بلکہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے مصروف رہے، غیر کو بھی یہ لگے کہ ہمارے ساتھ ایک انسان بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ لگے کہ مسلمان ہمارے ساتھ ہے، ایمان و اسلام انسانیت کے سانچے میں جگمگاتے ہیں، انسانیت ہوگی تو ایمان کی روشنی پھیلے گی اور لوگوں کے قلوب تک پہنچے گی، اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نمازی، روزہ دار اور حاجی کو کامل مومن قرار نہیں دیا؛ بلکہ فرمایا کہ تم میں کامل مومن وہ شخص ہے جو سب سے بہتر اخلاق والا ہو، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

لوگ سونے چاندی کی کان کی طرح ہیں، جس معیار کی کان ہوگی، سونا چاندی اسی معیار کا نکلتا جائے گا، اس طرح جس معیار پر انسان کی انسانیت ہوگی اسی کے مطابق شرافت کا ظہور ہوگا، جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی اچھے ہیں، ان میں انسانیت تو پہلے بھی موجود تھی اسلام نہیں تھا، اس لئے ہر جگہ انسانیت پر کھرے اترنا چاہئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو زندگی گزار کر بتلائی ہے وہی اسلام اور انسانیت ہے، کیونکہ دنیا میں آپ علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی انسانیت نواز اور انسانیت مزاج نہیں ہے، ہر جگہ خُلقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نمائندگی کیجئے، اللہ تعالیٰ نے جس کو جس جگہ کام کرنے کا موقع دیا ہے اس میں اپنی صلاحیت کے ذریعہ بلند سے بلند مقام تک پہنچنا چاہئے، اور کمال پیدا کر کے دنیا کو دکھانا چاہیئے، ساتھ ہی اپنے طرز عمل اور خلق کریم کے ذریعے اپنے کو اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کا نمائندہ ثابت کرنا چاہیئے۔ اسلام دنیوی علوم کے حاصل کرنے سے منع نہیں کرتا ہے؛ بلکہ اس کے لئے اپنے سینہ کو کشادہ رکھتا ہے کہ ایک مسلمان ڈاکٹر، انجینئر، ٹکنالوجسٹ، سائنٹسٹ، ایجوکیشنلسٹ، صحافی، اور سیاست داں، سماجی خدمت گذار سب کچھ بن سکتا ہے، کیوں کہ یہ سب انسانوں کی ضرورت ہے مگر ان میدانوں میں مسلمان انسانیت اور اسلام کا نمائندہ بن کر موجود نہ ہو تو اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہے، اس کے موجود ہونے کے باوجود بھی مسلمانوں کو کوئی فائدہ نہیں ہے، آپ ناجائز کام کو چھوڑ کر جس میدان کا چاہیں انتخاب کریں، آپ کو پورا اختیار ہے، لیکن آج ہماری کمزوری یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات اور شعائر کو دکھانا تو دور کی بات ہے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں، جبکہ کروڑوں خداؤں کو ماننے والے اپنے مذہب کو اپنی ظاہری وضع قطع اور بود و باش کے ذریعہ دکھانا چاہتے ہیں، اور کھلے طور پر اپنی فکر اور نظریات کا اظہار کرتے ہیں، ہمیں کس بات کی شرم ہے؟ ڈاکٹر کو، وکیل کو، انجینئر کو، سیاست داں کو، صحافی کو، تاجر کو ہر ایک کو اپنے اپنے شعبے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمائندہ بن کر زندگی گزارنا چاہیئے تب جا کر غیروں کے اعتراضات اور اسلامی احکام میں شکوک و شبہات کا سلسلہ تھم سکتا ہے۔

میڈیا کا مسلمانوں کے ساتھ منافقانہ رویہ:

میڈیا اپنے پورے زور کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی تگ و دو میں لگا ہوا ہے، مسلمانوں کو کبھی جلاد، تو کبھی عالم کے لئے خطرہ بتاتا ہے، ان کی نظر میں مسلمانوں کا وجود ہی امن و سلامتی کو ختم کرنے والا ہے، ایسی باتوں کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں نفرت کی آگ بھڑکاتا ہے، پوری دنیا میں کہیں حادثہ پیش آئے تو سب سے پہلے مسلمان کو ٹارگٹ بنایا جاتا ہے اور میڈیا نے اپنا یہ معمول بنالیا ہے کہ ایک غلطی اگر مسلمان کرے تو پوری دنیا اس کو نوٹ کرتی ہے، اگر کوئی دوسرا کرے تو نہ کسی ویب سائٹ پر آتا ہے نہ کسی کی زبان پر اس کا

چرچا ہوتا ہے، دوغلی پالیسی اور منافقت کا ماحول چل رہا ہے۔

حالات حاضرہ میں تعلیم یافتہ حضرات کی ذمہ داریاں:

دنیا کے بڑے مناصب پر فائز عہدہ داروں اور تعلیم یافتہ مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اپنے میدان اور فیلڈ میں دین کی علامت اور نمائندہ بن کر رہنے کی کوشش کریں، اپنی وضع قطع اور اپنے کردار سے اسلام کا تعارف پیش کریں اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ دیندار اور اللہ والے بننے کے لئے دنیا چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے، نیز دنیا کو بتلائیں کہ بلا لحاظِ قوم وملت، عقیدہ ومسلک ہم انسانیت کے لئے جیتے ہیں، کووڈ کے دور میں جب لوگ پریشان حال تھے، اس وقت مسلمانوں نے اپنے جان و مال سے غیر معمولی طور پر انسانی خدمت کی، لیکن میڈیا نے اتنے اہم معاملے کو پس پشت ڈال دیا؛ جبکہ میڈیا والوں کی دیانتداری یہ تھی کہ مسلمانوں کا یہ کارنامہ پوری دنیا کے سامنے لاتے، لیکن دبایا اور چھپایا گیا؛ بلکہ بعض علاقوں میں جہاں غیر مسلم مسلمانوں کی اِن خدمات سے متاثر تھے، وہاں بھی مسلمانوں کو یہ کہہ کر بدنام کیا گیا کہ "وہ اپنے مفادات کے لئے اور تم لوگوں کو مسلمان بنانے کی خاطر یہ خدمت کی، تم ہوشیار اور چوکنا رہنا"۔

آج اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کا کام باقاعدہ ہو رہا ہے، اس کا مقابلہ رونے دھونے، ناامیدی اور مایوسی سے نہیں ہوگا بلکہ جن کاموں سے انسانوں کے دل جیتے جاتے ہیں ان کاموں میں اور اضافہ کرنا ہوگا، انسانیت کب تک احسانات کا انکار کرے گی؟ ایک نہ ایک دن ضرور ماننا پڑے گا، آپ کا کام وعظ ونصیحت اور ذکر وتلاوت تک ہی محدود نہیں ہے؛ بلکہ دنیا والوں کے جو مطالبات ہیں دین کو چھوڑے بغیر اور دین ہی کی روشنی میں ان مطالبات کو بھی پورا کرنا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کردار سے پھیلایا ہے تلوار سے نہیں، اسلام کی تبلیغ واشاعت اخلاق، رحم دلی اور خیر خواہی کے ساتھ ہوئی ہے، تلوار تو ظالم پر اٹھی ہے یہ بات ہمیں اپنے طرز عمل سے ثابت کرنا اور نہ جاننے والوں کو بتانا ہے، مگر افسوس یہ ہے کہ آج سماج میں مسلمانوں کے ہر طبقے کا غیر مسلموں کے ساتھ تعلق ہے، ملازمت، کاروبار، تجارت اور زراعت وغیرہ کے ذریعے تعلق رکھا ہوا ہے مگر اپنے کردار سے اور زبان سے ان کے سامنے اسلام پیش نہیں کرسکا، مسلم اسٹوڈنٹ نے غیر مسلم دوست کو، مسلم تاجر نے غیر مسلم تاجر کو، مسلم ٹیچر نے غیر مسلم ٹیچر کو، مسلم مظلوم نے غیر مسلم مظلوم کو اپنے طرز عمل سے بتلایا ہی نہیں کہ ہمارا دین کیا ہے۔

غیر مسلم برادری میں بغیر مفاد کے تعلق جوڑیں:

انسانیت اور اعلیٰ اخلاق سے ہر ایک کو فائدہ پہنچائے دور نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واقعہ ہے ایک غیر مسلم قیدی کو مسجد

نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا، مسلمانوں کے رعب کا زمانہ تھا، کمزوری کا دور ختم ہوگیا تھا، اپنی مسجد اور اپنی قید میں ہونے کے باوجود اس قیدی کے ساتھ مسلمانوں نے حسن سلوک کیا، مسلمان نماز کے وقت کھجور، دودھ لاکر دیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نماز کے بعد اسلام کی دعوت دیتے، وہ غیر مسلم ہمیشہ انکار کرتا رہا، ایک مرتبہ اس نے کہا آپ سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں، آپ مجھے چھوڑ دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا، وہ شخص مدینہ کے کسی باغ میں جاکر غسل کیا اور کپڑے پہن کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا، اور کہا کہ آپ مجھے مسلمان بنا دیجئے، اسلام قبول کرنے کے بعد کہا کہ قید کی حالت میں بھی میں مسلمان ہوسکتا تھا، مگر لوگ کہتے کہ مجبور ہوکر اس نے اسلام قبول کرلیا، پوری تاریخِ اسلام میں دیکھ لیجئے، کسی کو بھی مجبور کرکے مسلمان نہیں بنایا گیا ہے، اور نہ اسلام اس کی تعلیم دیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴿۹۹﴾ (سورۂ یونس) تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کروگے تاکہ وہ سب مومن بن جائیں؟ اِن علیك الا البلاغ آپ کا کام تو صرف دعوت دینا ہے، لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں ہے (البقرہ: 253) اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو مجبور نہیں کیا، اسلام جس نے قبول کیا اپنی خوشی سے قبول کیا، باقی جو جنگیں ہوئیں یا تو کفار نے خود مسلط کی تھیں یا ظالموں کو ظلم سے روکنے اور انتقال لینے کے لئے ہوئی تھیں، ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بھی ظلم ہے، اسی وجہ سے اسلامی جنگوں میں عورتوں بچوں، بوڑھوں اور وہ لوگ جو لڑائی میں شریک نہیں ہے اُن پر کوئی حملہ نہیں کیا گیا، ان کو چھوڑ کر جو جنگ ہی پر مصر تھے انہی سے مقابلہ کیا گیا۔

خلاصۂ کلام:-

اہل علم اور دانشوران ملت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام پر ہونے والے اعتراضات اور شکوک وشبہات کا حوالے کے ساتھ جواب دیں، اگر ہمیں سماج میں جینا ہے تو اپنے مذہب اور اپنے دین کی نمائندگی کے ساتھ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت اور سنت کے تحفظ کے ساتھ جینا ہے، مقصد عظیم ہو، اور مقصد عظیم وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے متعین کیا ہے، اور وہ وہی مقصد ہے جس کے لئے اللہ نے ہمیں پیدا کیا، انفرادی کوتاہیوں سے بچیں، اگر ہوجائیں تو توبہ واستغفار کریں، اور اجتماعی غلطیاں جس سے اسلام کی شبیہ خراب ہوتی ہے ان سے مکمل احتراز کریں اور اپنی زبان اور کردار سے سچے اور پکے مسلمان بن کر دکھائیں، غیر مسلموں کے سامنے اسلام کا صحیح تعارف پیش کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

گوشۂ سیرت

پچھلی آسمانی کتابوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر مبارک

از: مولانا خواجہ نصیر الدین قاسمی*

حضرت عطا بن یسارؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ملاقات کی اور عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ صفات بتائیے جو تورات میں مذکور ہے۔ انہوں نے فرمایا: ہاں قسم بخدا! تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ وہ اوصاف بیان کئے گئے جو قرآن کریم میں مذکور ہیں: یَاأَیُّهَا النَّبِیُّ إِنَّآ أَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم نے آپ کو گواہی دینے والا، خوش خبری سنانے والا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا، (اللہ تعالیٰ نے فرمایا:) آپ اُمیوں کے محافظ ہیں، آپ میرے بندے اور رسول ہیں، میں نے آپ کا نام ”متوکل“ (یعنی اللہ پر بھروسہ کرنے والے) رکھا، آپ بد اخلاق اور سخت گو نہیں ہوں گے، نہ بازاروں میں شور کرنے والے ہوں گے، نہ بُرائی کا بدلہ برائی سے دینے والے؛ لیکن آپ درگذر سے کام لیتے ہیں، اور معاف کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کی روح قبض نہیں کرے گا یہاں تک کہ آپ کے ذریعہ ٹیڑھی ملت کو سیدھا کر دیں، اس طرح کہ لوگ لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جائیں، اور آپ کے ذریعہ اندھی آنکھیں، بہرے کان، اور بند دل کھول دیئے جائیں گے۔ (دلائل النبوۃ: ۱/۲۸۶، بہ حوالہ بخاری)

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ پڑھنے والے جانتے ہیں کہ ایک ایک صفت جو کتبِ سماویہ قدیمہ میں ذکر کی گئی ہے وہ مبنی برحق ہیں۔ اہلِ کتاب دلوں کو حسد وکینہ سے پاک کر لیتے اور آسمانی کتب کی بیان کردہ اِن حقائق کو تسلیم کر لیتے تو وہ ضرور مشرف بہ اسلام ہوتے۔

فوائد: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاقِ عالیہ میں کچھ ایسی صفات یہاں مذکور ہیں جسے اُمتِ مسلمہ اختیار کر سکتی ہے: ۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (اسباب اختیار کرتے ہوئے) اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی پر مکمل بھروسہ کرنے والے تھے، ۲۔ بد اخلاق نہیں تھے، ۳۔ تیز مزاج وسخت گو نہیں تھے، ۴۔ بازاروں میں چلا کر نہیں بولتے تھے، ۵۔ برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے۔ اور داعیانِ دین کے لئے یہ اُسوہ بھی ہے کہ نیکو کاروں کو کتاب وسنت میں بیان کردہ اجر کی بشارتیں سنائیں اور بدکاروں کو عذابِ الٰہی سے متنبہ کریں۔ وفقنا اللہ بما یحب ویرضی

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

گوشہ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام اور کنیت: آپ کا اصل نام فاختہ یا فاطمہ یا ہند تھا، کنیت ''ام ہانی'' کنیت پر تمام اہل سیر کا اتفاق ہے والدہ محترمہ جلیل القدر صحابیہ فاطمہ بنت اسدؓ اور والد سرپرستِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابو طالب تھے، حضرت جعفر طیار، طالب، عقیل اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ان کے حقیقی بھائی تھے۔

نکاح: ام ہانی رضی اللہ عنہا کا نکاح ہبیرہ بن ابی وہب (بن عمرو بن عایذ بن عمران بن مخزوم) مخزومی سے ہوا، ہبیرہ بن ابی وہب فتح مکہ کے وقت حالتِ شرک میں نجران کی طرف بھاگ گیا، نجران سے ہبیرہ کی واپسی اور قبول اسلام کے تعلق سے کوئی روایت نہیں ملتی۔

قبول اسلام: حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے قبولِ اسلام پر تمام اہلِ سیر کا اتفاق ہے، لیکن اس کے زمانے کے بارے میں روایات میں اختلاف ہے، بعض نے لکھا ہے کہ وہ فتح مکہ کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہوئیں اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ وہ قدیم الاسلام تھیں؛ البتہ انہوں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا؛ بلکہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے جن کفار و مشرکین کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو پناہ مرحمت فرمائی، نیز اس موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں نماز پڑھی۔ (اسد الغابۃ، فاختۃ بت ابی طالب، ۷/۲۰۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حارث بن ہشام مخزومی اور زہیر بن ابی امیہ حضرت امِ ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر میں پناہ گزیں ہوئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو معلوم ہوا تو وہ شمشیر بہ دست اپنی بہن کے گھر پہنچے اور یہ کہہ کر دونوں مخزومیوں کو قتل کرنا چاہا کہ یہ دونوں واجب القتل قرار دیئے جا چکے ہیں، حضرت امِ ہانی رضی اللہ عنہا نے کہا کہ: انہوں نے میرے ہاں پناہ لی ہے، میں ان کو ہرگز قتل نہ ہونے دوں گی، پھر اپنا دروازہ بند کر لیا، اس کے بعد خدمت نبوی میں دونوں مخزومیوں کو لے کر حاضر ہوئیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

* ادارہ علم و عرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

ام ہانی کو دیکھ کر فرمایا: ''مرحبا و اھلا یا أم ھانی'' کیسے آنا ہوا؟ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ میں نے ان دونوں کو پناہ دی ہے اور علی ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں، حضور نے فرمایا: ''قد أجرنا من اجرت و أمنا من أمنت'' جس کو تو نے پناہ دی ہے اس کو میں نے پناہ دی ہے، اس واقعہ کے بعد حارث بن ہشام اور زہیر بن ابی امیہ دونوں صدق دل سے مسلمان ہو گئے۔

(الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب: ۱/۲۴۱، دار الجیل، بیروت)

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احترام

صحیح بخاری و مسلم کی روایت ہے، حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فتح مکہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے اور وہاں غسل فرمایا اور آٹھ رکعتیں پڑھیں، میں نے کوئی نماز اس سے ہلکی اور مختصر نہیں دیکھی؛ لیکن آپ رکوع اور سجدہ پوری طرح کرتے تھے، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے یہ بھی کہا، کہ: یہ چاشت کا وقت تھا۔(فسبح ثماني ركعات، ما رأيته صلى صلاة أخف منها، غير أنه كان يتم الركوع والسجود)۔

(اسد الغابۃ، ام ہانی بنت ابی طالب: ۷/۳۹۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

اس کے علاوہ مسند ابوداؤد اور سنن دارمی میں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر تشریف لائے، ایک خادمہ ایک برتن لے کر حاضر ہوئی جس میں پینے کی کوئی چیز تھی (بعض روایتوں کے مطابق یہ شربت تھا) خادمہ نے وہ برتن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دیا، آپ نے تھوڑا سا پی لیا اور پھر مجھے دے دیا، میں نے اس کو پی لیا اور پھر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں روزے سے تھی، میں نے پی لیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: تم نے کوئی قضا روزہ رکھا تھا، میں نے کہا: نہیں، آپ نے فرمایا: اگر یہ روزہ نفلی تھا تو کچھ حرج نہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ تم نے روزہ کیوں توڑ دیا تو انہوں نے عرض کیا: میں آپ کا جھوٹا واپس نہیں کر سکتی تھی۔ ''لقد شربت وأنا صائمة، قال: فما حملك على ذلك، قالت: من أجل سؤرك''

(الطبقات الکبری لابن سعد: ام ہانی بنت ابی طالب: ۸/۱۲۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح کا مطالبہ:

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے نکاح کی خواہش کا اظہار کیا تو انہوں نے یہ کہہ کر معذرت کر دی کہ یا رسول اللہ! میری عمر زیادہ ہو چکی ہے اور میرے بچے ہیں (جن کی پرورش بھی

میرے لئے ضروری ہے) اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے قریش کی عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: شتر سوار عورتوں میں سب سے بہتر قریش کی عورتیں ہیں، بچپن میں اپنے یتیم بچے سے محبت رکھتی ہیں اور اپنے شوہر کے مال کی بہت زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔ ''خیر نساء رکبن المطایا نساء قریش، أحناه علی ولد فی صغره و أرعاه علی زوج فی ذات یده''

(الطبقات الکبری لابن سعد: ام ہانی بنت ابی طالب: ۱۲۰/۸، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

رسول اللہ ﷺ کا ام ہانی رضی اللہ عنہا کے ساتھ مشفقانہ سلوک

نبی کریم ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا جن کے ساتھ ابو طالب کے گھر میں آپ کا رہنا ہوا، بہن کے ساتھ بڑی شفقت کا معاملہ فرماتے، ان کے گھر کے امور کی نگہداشت اور نگرانی فرمایا کرتے تھے، آپ ﷺ نے ان کو یہ مشورہ دیا کہ: ام ہانی بکری لے یہ بابرکت جانور ہے''۔

ایک دفعہ مسند احمد کی روایت کے مطابق حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اب میں بوڑھی ہو چکی ہوں، چلنے پھرنے میں کمزوری محسوس ہوتی ہے، کوئی ایسا وظیفہ بتا دیجئے جسے بیٹھے بیٹھے پڑھ سکوں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک سو مرتبہ، سبحان اللہ، ایک سو مرتبہ الحمد للہ ایک سو مرتبہ اللہ اکبر اور ایک سو مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرو۔ ''سبحی اللہ مائة تسبیحة، واحمدی اللہ مائة تحمیدة، و کبری اللہ مائة تکبیرة'' (معرفۃ الصحابہ، ابونعیم، ۳۴۲۰/۶، دار الوطن الریاض) اس کے علاوہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ سے قرآن کریم کے معانی اور مطالب اور فقہی مسائل بھی دریافت کیا کرتی تھیں۔

روایات احادیث

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے چھیالیس روایتیں نقل کی ہیں، ان کے راویوں میں عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن حارث، عبد اللہ بن عیاش اور عروہ بن زبیر جیسے اکابر صحابہ ؓ بھی شامل ہیں۔

وفات:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی وفات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ہوئی، اولاد میں عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ مشہور ہوئے۔

تذکارِ صحابہؓ

سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ

از: مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی قاسمی*

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کا شمار بھی ان دس نیک بخت وخوش نصیب صحابہؓ میں ہوتا ہے، جو سابقین اولین میں ہونے کے ساتھ ساتھ دنیا ہی میں جنت کی خوش خبری سے سرفراز کیے گئے،صرف بیس برس کی عمر میں دامن اسلام سے وابستہ ہوئے اور قبولِ اسلام کے بعد مسلسل دینِ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی خدمت نیز دینِ برحق کی سربلندی ورفعت کے لیے مسلسل کوشاں رہے،اوراس راستے میں پیش آنے والے تمام تر مصائب وآلام کا خندہ پیشانی کے ساتھ مقابلہ کرتے رہے۔ہجرت کے بعد نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان پر تقریباً تمام غزوات میں شریک رہےاورآپ علیہ السلام کی وفات کے بعد تاحین حیات خلفاء راشدین کا وسعت بھر تعاون فرماتے رہے۔رضی اللہ عنہ وارضاہ

ذاتی احوال وکوائف:

نام نامی: سعید، ابوالاعور کنیت ، والد کا نام زید اور والدہ کا نام فاطمہ بنت بعجہ تھا،سلسلۂ نسب اس طرح ہے:سعید بن زید بن عمرو بن نفیل بن عبدالعزی بن ریاح بن عبداللہ بن قرط بن زراح بن عدی بن کعب بن لوی القرشی العدوی۔

حضرت سعید بن زیدؓ کا سلسلۂ نسب کعب بن لوی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور نفیل پر حضرت عمر فاروقؓ سے مل جاتا ہے،آپ کے والد زید ان سعادت مند بزرگوں میں شمار ہوتے تھے جن کی آنکھوں نے اسلام سے پہلے جہالت کی تاریکیوں میں توحید کا نور دیکھا تھا اور ہر قسم کے فسق وفجور یہاں تک کہ مشرکین کے ذبیحے سے بھی بچتے رہے تھے۔

ازواج واولاد: حضرت سعیدؓ نے مختلف اوقات میں متعدد نکاح کیے،آپ کی بیویوں کے نام یہ ہیں: فاطمہ، اُم الجمیل، جلیسہ بنت سوید، امامہ بنت الدرجیج، حزمہ بنت قیس، اُم الاسود، ضخ بنت الاصبغ ، بنت قربہ،

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

اُم خالد، ام بشیر بنت ابی مسعود انصاری۔

ان بیویوں نیز باندیوں کے بطن سے کثرت کے ساتھ اولاد ہوئی۔ چند کے نام پیش خدمت ہے:

لڑکے: عبدالرحمان اکبر، عبدالرحمان اصغر، عبداللہ اکبر، عبداللہ اصغر، عمر اکبر، عمر اصغر، محمّد، اسود، زید، طلحہ، خالد، ابراہیم اکبر، ابراہیم اصغر۔

لڑکیاں: عاتکہ، ام موسی، ام الحسن، ام سلمی، ام حبیب، کبریٰ، ام حبیب صغریٰ، ام زید کبریٰ، ام زید صغریٰ، ام سعید، ام سلمہ، حفصہ، ام خالد، عائشہ، زینب، ام عبدالحولا، ام صالح۔

قبول اسلام:

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو گھر میں اس قسم کا پاکیزہ ماحول ملا تھا کہ انہوں نے بہت جلد اسلام قبول کرلیا۔ نہ صرف یہ کہ خود مسلمان ہوئے؛ بلکہ بعد میں اپنے برادر نسبتی عمر بن خطاب جیسے بہادر و جری انسان کے لیے بھی ہدایت کا باعث بنے۔ چناں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمان الٰہی کے مطابق دین حنیف کو علی الاعلان دنیا کے سامنے پیش کیا تو اس وقت ہر چند کہ اس کے سچے شیدائی زید صفحہ ہستی پر موجود نہیں تھے تاہم ان کے فرزند حضرت سعید رضی اللہ تعالی عنہ کے لیے یہ آواز بہت مانوس تھی انہوں نے جوش وخروش کے ساتھ لبیک کہا اور اپنی نیک بخت بیوی کے ساتھ حلقہ بہ گوش اسلام ہوئے۔

حضرت سعید رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حقیقی بہن تھیں؛ لیکن وہ خود اس وقت تک اسلام کی حقیقت سے ناآشنا تھے بہن اور بہنوئی کی تبدیلی مذہب کا حال سن کر نہایت برافروختہ ہوئے اور دونوں میاں بیوی کو اس قدر مارا کہ لہولہان ہو گئے؛ لیکن یہاں کچھ ایسی وارفتگی تھی کہ اس مسلسل زدوکوب کا صرف یہی ایک جواب رہا: کہ ہم دین حق سے منحرف ہونے والے نہیں ہیں۔

(طبقات ابن سعد)

یہاں تک کہ ان دونوں کی اسی استقامت واستقلال نے خود حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی اسلام کی حقانیت کا جلوہ دکھا دیا اور بالآخر حضرت عمرؓ کو ابن خطاب سے فاروق اعظم بن گئے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

اعلائے حق کا جذبہ

حضرت سیدنا سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد زید بن عمرو بن نفیل زمانۂ جاہلیت میں علی الاعلان قریش کے دین سے براءت کا اظہار کیا کرتے تھے اور اسی وجہ سے آپ کا چچا خطاب بن نفیل آپ کو بہت زیادہ تکلیفیں دیا کرتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ان کو مکہ مکرمہ سے شہر بدر کر دیا اور پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں داخل بھی نہ

ہونے دیا؛ مگر آپ کی عزیمت واستقامت کے کیا کہنے! ہزاروں ظلم وستم اور تکالیف سے بھرپور پابندیاں آپ کو متزلزل نہ کرسکیں۔ چناں چہ آپ کے دو شعر بہت مشہور ہیں، جنہیں آپ مشرکین کے میلوں اور مجمعوں میں بہ آواز بلند سنایا کرتے تھے:

أَ رَبًّا وَاحِدًا أَمْ أَلْفَ رَبٍّ
أَدِينُ إِذَا تَقَسَّمَتِ الأُمُورُ
عَزَلْتُ اللَّاتَ وَالعُزَّى جَمِيعًا
كَذٰلِكَ يَفْعَلُ الرَجلِ البَصِير

ترجمہ: کیا میں ایک رب کی اطاعت کروں یا ایک ہزار رب کی؟ جب کہ لوگوں کے دینی معاملات تقسیم ہوچکے ہیں، میں نے تو لات وعزیٰ سب جھوٹے خداؤں کو چھوڑ دیا۔ اور یقیناً ہر بصیرت مند ایسا ہی کرے گا۔

مستجاب الدعوات:

حضرت سعید رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ اروی نامی ایک عورت نے حاکم مدینہ (مروان) کے پاس آپ کی شکایت کی، کہ انہوں نے اس کی کچھ زمین ناحق لے لی ہے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کی زمین کیسے لے سکتا ہوں، جب کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس نے کسی شخص کی بالشت بھر زمین ناحق لے لی، تو سات زمینوں کا طوق قیامت کے دن اس کے گلے میں ڈالا جائے گا“۔ مروان نے کہا بس، بس۔ دعویٰ کے مطابق زمین اس عورت کو دے دی جائے۔ ساتھ ہی حضرت سعیدؓ کے منہ سے بددعا کے یہ جملے نکلے: ”اے اللہ! اگر یہ جھوٹی ہے تو اسے اندھا کردے اور اسی زمین میں اسے موت دے“ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ وہ عورت اندھی ہوگئی تھی، دیواروں کو پکڑتی پھرتی تھی اور کہتی تھی سعید رضی اللہ عنہ کی بددعا مجھے لگ گئی ہے۔ ایک مرتبہ اس زمین کے کنوئیں کے پاس سے گذری، تو اس میں گر کر مرگئی اور وہی کنواں اس کی قبر بنا۔ (مسلم شریف)

جود وسخا:

حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص نے آکر اللہ واسطے سوال کیا تو حضرت سعیدؓ نے اپنے غلام سے کہا کہ اسے پانچ سو دے دو، غلام نے پوچھا کہ حضرت! دینار دُوں یا درہم؟ حضرت سعیدؓ نے فرمایا کہ میرا ارادہ اصل میں درہم دینے کا تھا مگر جب تم نے سائل کے سامنے دینار کا ذکر کردیا تو اب پانچ سو دینار ہی دے دو۔ یہ سن کر سائل رونے لگا حضرت سعیدؓ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ اُس نے عرض کیا کہ میرے

آقا! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آپ جیسے فضل وکرم کرنے والے کوزمین اپنے اندر کیسے سموئے گی۔

ہجرت اورغزوات میں شرکت:

حضرت سعیدرضی اللہ تعالی عنہ مہاجرین اولین کے ساتھ مدینہ پہنچے اورحضرت رفاعہ بن عبدالمنذرانصاری رضی اللہ تعالی عنہ کے مہمان ہوئے کچھ دنوں کے بعدرسول اللہ ﷺ نے ان میں اورحضرت رافع بن مالک انصاری رضی اللہ تعالی عنہ میں مواخات کرادی (طبقات ابن سعد) سن دوہجری میں قریش مکہ کا وہ مشہورقافلہ جس کی وجہ سے جنگ بدرپیش آئی ملک شام سے آرہا تھارسول اللہ ﷺ نے ان کواورحضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کواس سلسلے میں تجسس پر مامورفرمایا، یہ دونوں حدودشام میں تجبارپہنچ کرایک شخص کے ہاں قیام پذیر ہوئے اور جب قافلہ وہاں سے آگے بڑھاتونظر بچاکرتیزی کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے کہ رسالت مآب ﷺ کوپوری کیفیت سے مطلع کریں؛لیکن قافلے نے کچھ محسوس کرکے ساحلی راستہ اختیارکیا بالآخرکفارقریش کی ایک بڑی جمعیت (جواس کی مدد کے لیے آئی تھی)اور پرستاران حق کے درمیان بدر کے میدان میں وہ مشہورمعرکہ پیش آیاجس نے اسلام کوہمیشہ کے لئے سربلندکردیاغرض جس وقت حضرت سعیدرضی اللہ تعالی عنہ مدینہ پہنچےاس وقت غازیان دین فاتحانہ سروروانبساط کے ساتھ میدان جنگ سے واپس آرہے تھے؛کیونکہ یہ بھی اسی سلسلے کی ایک خدمت پرمامورتھےاس لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کوبدرکے مال غنیمت میں حصہ مرحمت فرمایااور جہاد کے ثواب سے بھی بہرہ ورہونے کی بشارت دی۔

حضرت سعیدرضی اللہ تعالی عنہ جنگ بدر کے سواتمام غزوات میں مردانگی کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہم رکاب رہےاورخوب دادِشجاعت دی۔

پھرعہد فاروقی میں جب شام پر باقاعدہ فوج کشی ہوئی توحضرت سعیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماتحت پیدل فوج کے افسرمتعین ہوئے دمشق کامحاصرہ اوریرموک کی فیصلہ کن جنگ میں شجاعت وجاں بازی کے ساتھ شریک کارزاررہے، جنگ کے درمیان حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کودمشق کی گورنری پرمامورکیا؛لیکن شوق جہادنے اس سے بیزارکردیا، چناں چہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کولکھا کہ میں ایساایثارنہیں کرسکتا کہ آپ لوگ جہادکریں اورمیں اس سے محروم رہوں؛اس لیے خط پہنچنے کے ساتھ ہی کسی کومیری جگہ بھیج دیجئے میں عنقریب آپ کے پاس پہنچتاہوں۔حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجبور ہوکرحضرت زید بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کودمشق پرمتعین کیااورحضرت سعیدرضی اللہ تعالیٰ عنہ میدانِ رزم میں پہونچ گئے۔ (بقیہ صفحہ:۲۳پر)

یومیہ جمہوریہ

جمہوری اقدار کی حفاظت کا یومِ عہد

از: مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی*

۲۶/جنوری آ گیا، ہر سال کی طرح امسال بھی جشن منایا جائے گا، امکان ہے کہ کووڈ 19 کی وجہ سے اسے امسال محدود کیا جائے، اس کے باوجود انڈیا گیٹ کے سامنے ہندوستان کی تہذیبی وثقافتی جھانکیاں پیش کی جائیں گی، دفاعی میدان اور اسلحوں کی دوڑ میں ہماری جو حصولیابیاں ہیں، اس کا مظاہرہ کیا جائے گا، شہیدوں کو خراج عقیدت پیش کیا جائے گا، اور امر جیوتی پر حاضری درج کرائی جائے گی، اصل پروگرام انڈیا گیٹ پر ہوگا، اور پھر پورا ملک جشن میں ڈوب جائے گا، ترنگے جھنڈوں کے ساتھ مدرسوں، اسکولوں اور اداروں میں رنگارنگ تقاریب ہوں، طلبہ وطالبات کو انعامات سے نوازا جائے گا، سیاسی حضرات کی جانب سے ہندوستان کے مجاہدین آزادی کی تعریف وتوصیف کی جائے گی، اور لمبے چوڑے بیانات اور وعدوں کے ذریعہ سیدھی سادی عوام کو لبھانے کی کوشش کی جائے گی اور ایسا پہلی بار نہیں ہوگا، ہر سال ایسا ہی ہوتا ہے۔

۲۶/جنوری گذرتے ہی ہم سب یہ بھول جاتے ہیں کہ جمہوریت کے لفظی نعروں کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اصل ہے جمہوری اقدار کا تحفظ؛ جس سے ملک دور سے دور ہوتا جا رہا ہے، ہم نے جمہوریت کا مطلب صرف عوام کی حکومت، عوام کے لیے عوام کے ذریعہ سمجھ لیا ہے اور ہر پانچ سال پر انتخابات میں سارے حربے استعمال کر کے حکومت پر جو قبضہ کیا جاتا ہے، اسے ہم جمہوری طریقۂ کار سے تعبیر کرتے ہیں اور خوب خوش ہوتے ہیں کہ ہمارا ملک جمہوری اعتبار سے مضبوط ہے، یہاں عوامی حکومت ہے اور اس قدر مضبوط ہے کہ پڑوسی ملکوں کی طرح یہاں مارشل لا لگانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور ملک تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔

یقیناً ترقی کر رہا ہے، آزادی سے قبل جن گھروں میں سائیکل دستیاب نہیں تھی، آج موٹر سائیکل اس گھر میں موجود ہے اور بعض گھروں میں تو ہر آدمی کے لیے موٹر سائیکل دستیاب ہے، چار چکے کی بھی کمی نہیں ہے، کھانے کے لیے آزادی سے قبل عموماً عام لوگوں کے لیے باجرہ، جوار اور جو ہی مہیا تھا، گیہوں کی روٹی شاید باید گھروں میں ہر روز مہیا ہو پاتی تھی، دھوتی اور کپڑے بھی پورے طور پر فراہم نہیں تھے، زمینداروں کے ظلم وستم

* نائب ناظم امارت شرعیہ بہار

نے عام لوگوں کا جینا دو بھر کر دیا تھا، بعض حرکات تو انسانیت کو ذلیل کرنے والی ہوتی تھیں، جوتے پہن کر ان کے دروازے سے گذرا نہیں جا سکتا تھا، سواری پر بیٹھ کر کوئی گذر جائے تو قیامت آجاتی تھی، لوگ بندھوا مزدوروں کی طرح ان کے یہاں کام کرتے اور کرتے کرتے مر جاتے تھے، یہ معاملہ نسل در نسل چلتا تھا، ایسے لوگوں کی اپنی مرضی نہیں ہوا کرتی تھی، سارا کچھ مالک کی مرضی کے تابع ہوتا تھا، تھوڑی سی غلطی اور چوک پر چمڑی ادھیڑ دی جاتی تھی، اور عفو و درگذر، رحم و کرم کا خانہ خالی رہتا تھا، انسانیت سسک رہی تھی، کسان خودکشی کر لیا کرتے تھے، پوس کی رات اور جاڑے کی یخ بستہ سردی میں کھیتوں کی رکھوالی کرتے کرتے عمر گذر جاتی تھی۔

ملک آزاد ہوا، زمینداری ختم ہوئی، جمہوری دستور نافذ ہوا تو ملک عوام نے اطمینان کی سانس لی اور بہت کچھ منظر بدلا، انسانی قدروں کی پامالی پر دستوری روک لگی، بندھوا مزدوری کا رواج ختم تو نہیں ہو سکا، کم ضرور ہوا، کھیت کسانوں کا ہو گیا، خودکشی کے واقعات سامنے آنے کے باوجود کسان پہلے سے اچھی حالت میں ہو گئے۔ ان دنوں نئے زرعی قوانین نے انہیں پریشان کر رکھا تھا اور وہ جس طرح احتجاج کر رہے تھے یہ بھی جمہوریت ہی کی دین ہے۔

اس جمہوری نظام کی وجہ سے حکومتیں بدلتی رہی ہیں، الگ الگ منشور اور مینوفیسٹو پر کام شروع ہوا، جو حکومت آئی اس نے اپنے نظریات ملک پر تھوپنے کی کوشش کی، اس کے نتیجے میں بھی بہت کچھ بدلا اور بدلتا چلا گیا، کسی نے گھوم کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی کہ سلطنت جمہور میں، جمہوری اقدار کا جنازہ کس طرح نکلا اور نکلتا چلا گیا، سیاسی پارٹیوں کو حکومت عزیز تھی، جہاں سے ملے اور جس طرح ملے اور جتنے اقدار کو دفن کر کے ملے۔ سو انہیں جمہوری اقدار کے تحفظ کی فکر کبھی نہیں ہوئی۔

اس صورت حال نے جمہوری اقدار کو پامال کیا، جمہوریت میں صرف حکومت کا ہی عوامی ہونا ضروری نہیں ہے، عوام کی خواہشات، امنگیں، ان کے حقوق کا تحفظ، مذہب پر چلنے کی آزادی سب کا خیال رکھنا ضروری ہے، بدقسمتی سے بی جے پی کی مرکزی حکومت نے ہر سطح پر ان اقدار کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ہے، مہنگائی بڑھتی جا رہی ہے، گئو رکشا، لو جہاد، مندر تعمیر کے نام پر رواداری کا ماحول گذشتہ چند سالوں میں تیزی سے ختم ہوا ہے، نوٹ بندی نے عوامی زندگی کو اس قدر متاثر کیا ہے کہ چھوٹے کاروباری تجارت کے اعتبار سے ختم ہو چکے ہیں کوڈ 19 اور لاک ڈاؤن کے غیر منصوبہ بند، نفاذ نے ہر شہری کو پریشانی میں آج تک مبتلا رکھا ہے، گاندھی جی اس ملک میں عدم تشدد اور اہنسا کی علامت کے طور پر مختلف جگہوں پر تصویری شکل میں موجود تھے، انہیں بھی دیش نکالا دینے کی تیاری زوروں پر چل رہی ہے، کئی جگہ سے انہیں ہٹایا جا چکا ہے، اب روپئے پر بھی کتنے دن نظر آئیں گے، کہنا

مشکل ہے، نسلی اور مذہبی بنیادوں پر ملکی باشندوں کو عصبیت کا سامنا ہے اور جان بوجھ کر دلتوں، مسلمانوں اور لسانی اقلیتوں کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، بحالیوں میں اور اعلیٰ عہدوں پر تقرریوں میں بھی سرکار سینئرٹی کو نظر انداز کر کے پرانے لوگوں کی حوصلہ شکنی کر رہی ہے۔

یہ مکمل حالات نہیں، حالات کا ہلکا سا اشاریہ ہے، اس کو پھیلایا جائے تو بات دیر تک چلے گی اور دور تک جائے گی، کہنا صرف یہ ہے کہ ملک میں جس طرح جمہوری اقدار پامال ہو رہے ہیں اور کسی کو اس کی فکر نہیں ہے، ایسے میں جشن جمہوریت محض ایک رسم ہے؛ چونکہ یہ رسم ملکی دستور سے محبت کی علامت ہے، اس لیے ہر سطح پر اس جشن کا اہتمام کرنا چاہیے اور پورے جوش وخروش کے ساتھ کرنا چاہیے، لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یوم جمہوریہ در اصل جمہوری اقدار کے تحفظ کا یوم عہد ہے جس کی ضرورت پہلے سے آج کہیں زیادہ ہے، یہ ملک سے محبت اور وفاداری کا تقاضہ بھی ہے اور جمہوری دستور کے تحفظ؛ بلکہ مجاہدین آزادی کو خراج عقیدت کا بہترین طریقہ بھی۔

(بقیہ صفحہ: ۲۰ سے)

وفات:

فتح شام کے بعد حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ کی تمام زندگی نہایت سکون وخاموشی اور زہد واستغناء سے بسر ہوئی یہاں تک کہ سن پچاس ہجری یا اکیاون ہجری میں ستر برس تک اس سرائے فانی میں رہ کر راہی عالم جاوداں ہوگئے چوں کہ نواح مدینہ میں عقیق نامی مقام آپ کا مستقل مسکن تھا اس لیے وہیں وفات پائی۔ جمعہ کا دن تھا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جمعہ کی تیاری کر رہے تھے کہ وفات کی خبر سنی اسی وقت عقیق کی طرف روانہ ہو گئے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غسل دیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ لا کر سپرد خاک کیا۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

اصلاحی مضامین

دین وشریعت پر ثابت قدمی

از: فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی*

اس وقت کئی مسائل اُمت اور بالخصوص علماء اُمت کے سامنے ہیں، ان میں ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ جب کوئی قوم مفتوح ہوتی ہے تو زمینی اور عسکری شکست آہستہ آہستہ اس کو ذہنی شکست تک پہنچا دیتی ہے، اس کا اثر شکست خوردہ حکمرانوں پر تو زیادہ ہوتا ہے؛ لیکن قوم کے اہل علم پر بھی کچھ کم نہیں ہوتا، اس وقت صورتِ حال یہ ہے کہ مغرب نے ایک ایسا عالمی نظام قائم کیا ہے، جس کے ذریعہ ملک وزمین پر قبضہ کرنے کے بجائے حکمرانوں پر اور ملک کے معاشی وسائل پر قبضہ کرلیا جائے، معاشی وسائل سے معاشی فوائد اُٹھائے جائیں، جیسا کہ مسلم ملکوں کی موجودہ صورتِ حال ہے، مغربی ممالک نے ان کے بیش قیمت قدرتی وسائل کو اپنے ہاتھوں میں کرلیا ہے، انھیں اس کی قیمت کا بہت معمولی حصہ ادا کیا جاتا ہے اور وہ مجبور ہیں کہ اپنے وسائل کا غالب ترین حصہ ان ہی ملکوں کے بینکوں میں رکھیں، انھیں عطیات دیں اور ان سے ایسے ہتھیار خریدیں، جس سے بیچنے والے کی معیشت کو تقویت پہنچے اور جن کی خریدنے والوں کو کوئی ضرورت نہیں ہو، اس کی وجہ سے مسلم ممالک بیش قیمت قدرتی وسائل کے باوجود معاشی اور تعلیمی اعتبار سے جس پس ماندگی کا شکار ہیں، وہ محتاجِ اظہار نہیں ہے۔

حکمرانوں پر قبضہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ ایسے مغرب زدہ لوگوں کو تختِ اقتدار پر بٹھا دیا جاتا ہے، جو خود اپنے عوام کے درمیان مقبول نہیں ہوتے، ان سے ایسے کام کرائے جاتے ہیں کہ ان کے عوام ان سے اور دُور ہوجائیں، پڑوسیوں کے ساتھ ان کے جھگڑے کھڑے کردیئے جاتے ہیں اور انھیں سازش سے دوچار کرتے ہوئے برادر مسلم ملک سے لڑادیا جاتا ہے، نیز انھیں احساس دلایا جاتا ہے کہ ان کا اقتدار مغربی فوجوں کی مدد پر قائم ہے، اگر انھوں نے مغرب کے کسی حکم سے سرتابی کی تو نہ صرف وہ اقتدار سے محروم ہوجائیں گے؛ بلکہ ایسی عبرتناک سزا سے دوچار کئے جائیں گے، جس کی مثال ان کے گردوپیش موجود ہے، اس تسلط کو اسلام کی مخالفت اور مغرب کے تہذیبی غلبہ کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، جو قوانین شریعت کے مطابق ہیں، انھیں غیر انسانی قرار دے کر تبدیل کرانے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان سے ایسے قوانین نافذ کرائے جاتے ہیں جو مغرب کی سوچ اور

* جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

ان کے طرز عمل سے ہم آہنگ ہیں۔

اب اس کے بعد علماء کی باری آتی ہے؛ چوں کہ عام مسلمانوں کے دل میں قرآن وحدیث کی عظمت دین و شریعت کی وقعت اور اللہ اور اس کے رسول سے محبت ہے، اور بہت سی عملی کوتاہیوں کے باوجود مسلمانوں کی اکثریت آج بھی اپنے دین سے والہانہ تعلق رکھتی ہے، اس لئے حکمرانوں کی خواہش ہوتی ہے کہ اس مغرب نوازی کا کوئی شرعی جواز حاصل کرلیا جائے، پھر علماء کے گروہ کو تیار کیا جاتا ہے کہ حکومت جو کچھ چاہتی ہے، وہ اس کے لئے کوئی بنیاد تلاش کریں، خواہ اس کے لئے قرآن وحدیث کی دوراز کار تاویل کی نوبت آجائے اور فقہاء کے اقوال تلاش کئے جائیں، خواہ یہ کیسا ہی شاذ، نامقبول اور معتبر اہل علم کے نزدیک ناقابل اعتناء قول ہو، یہ بات صرف مسلم ملکوں کے زیر اثر نہیں ہوتی؛ بلکہ مسلم اقلیت ممالک میں بھی ہوتی ہے کہ شریعت کی جن باتوں پر معاندین کی طرف سے انگلی اُٹھائی جائے، اس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کیا جائے اور جو باتیں غیر مسلم حکومت اور غیر مسلم سماج کے نزدیک درست ہیں، ان کے لئے گنجائش پیدا کی جائے، یہ بہت ہی خطرناک بات ہے اور دین میں انحراف کا راستہ ہے، یہ وہی راستہ ہے جسے عیسائیوں نے رومیوں کے درمیان عیسائیت کو مقبول بنانے کے لئے استعمال کیا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس عقیدۂ توحید کی دعوت دی تھی، اس کو چھوڑ کر رومیوں کے ہاں موجود سابق عقیدۂ تثلیث کی جگہ ایک نئی تثلیث کا تصور پیش کیا گیا، جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور روح القدس کو تخت خدائی پر بٹھادیا گیا اور یہ تثلیث کچھ اس طرح عیسائیت کا حصہ بن گئی کہ آج تک عیسائی دنیا تحریف سے پاک حقیقی عیسائیت کی طرف واپس نہ آسکی؛ بلکہ اگر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عیسائی تاریخ کے اس حادثہ سے پردہ نہ اُٹھایا ہوتا تو آج بھی دنیا اس سے بے خبر ہوتی۔

مسلمانوں کا عہد بھی ایسے واقعات سے خالی نہیں رہا؛ بلکہ یہاں تک ہوا کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے حدیثیں گھڑی جانے لگیں، غیاث بن ابراہیم عباسی خلیفہ مہدی کے دربار میں آیا اور اس کو کبوتر بازی میں مشغول دیکھا تو بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے اپنی طرف سے ''أو جناح'' (کبوتر بازی) کا اضافہ کرتے ہوئے روایت نقل کردی: ''لاسبق الافی نصل أو خف أو حافر أو جناح'' (نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر: ۲۲۴) تاکہ بادشاہ کی کبوتر بازی کا جواز پیدا ہوجائے، اسی طرح بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے مناقب ومثالب پر مشتمل روایتیں وضع کی گئیں

اموی اور عباسی دور میں بادشاہوں نے اپنے مخالفین کے ساتھ جس سفاکیت اور درندگی کا ثبوت دیا اور من چاہے احکام جاری کئے، درباری علماء ان پر مہر تصدیق ثبت کرتے رہے، یزید بن عبدالملک کو چالیس شیوخ نے آکر فتویٰ دیا کہ خلیفہ جو مرضی ہو، کرے، خلفاء سے اللہ کے یہاں کوئی حساب کتاب نہیں ہوگا۔ (تاریخ الاسلام للذہبی: ۳/۱۸۰)

ہندوستان میں جب اکبر کا دور آیا تو علماء کی طمع وحرص نے ان کو اس مقام پر پہنچا دیا، جس کی کسی دنیا دار سے بھی توقع نہیں کی جاسکتی، شیخ مبارک نے اکبر کے حق میں ایک محضر تیار کیا، جس کا ایک اقتباس اس طرح تھا:

''خدا کے نزدیک سلطان عادل کا مرتبہ مجتہد کے مرتبہ سے زیادہ ہے اور حضرت سلطان الاسلام کہف الانام امیر المومنین ظل اللہ علی العالمین ابوالفتح جلال الدین محمد اکبر باشاہ غازی، خدا اس کی حکومت ہمیشہ قائم رکھے، سب سے زیادہ عدل والے، عقل والے اور علم والے ہیں، اس بنیاد پر ایسے مسائل میں، جن میں مجتہدین باہم اختلاف رکھتے ہیں، اگر وہ اپنے ذہن ثاقب اور صائب رائے کی روشنی میں بنی آدم کی آسانیوں کے مدنظر کسی ایک پہلو کو ترجیح دے کر اسی کو مسلک قرار دیں تو ایسی صورت میں بادشاہ کا یہ فیصلہ اتفاقی سمجھا جائے گا۔

(منتخب التواریخ:۶/۱۷۲،ترجمہ:حضرت مولانا مناظر احسن گیلانیؒ)

شیخ مبارک کے بارے میں خواجہ باقی باللہ کے صاحبزادے خواجہ کلاں کا بیان ہے کہ وہ سلطان ابراہیم لودھی کے عہد حکومت میں کٹرسنی، سوریوں کے دورِ حکومت میں مہدوی، ہمایوں کے زمانہ میں نقشبندی اور اکبر کے عہدِ سلطنت میں صلح کل کا علمبردار بن کر مشرب اباحت پر گامزن ہوا، ہر دور میں اس کا وہی مسلک اور مذہب ہوتا تھا، جس پر اس عہد کے حکمراں اور امراء گامزن ہوئے تھے۔(دین الٰہی اور اس کا پس منظر:۹۴)

شیخ مبارک کے بیٹے ابوالفضل وفیضی بڑی علمی لیاقت کے مالک اور کئی زبانوں سے واقف تھے، جس کا اندازہ قرآن مجید کے غیر منقوط ترجمہ سے لگایا جاسکتا ہے، ابوالفضل نے مہا بھارت کا فارسی ترجمہ کیا اور اس کے مقدمہ میں اکبر کی تعریف وتوصیف میں مبالغہ کی انتہا کردی، اسی دور میں مخدوم الملک مولانا عبداللہ سلطان پوری نے حج کے ساقط ہونے کا فتویٰ دے دیا اور جب ان کے آبائی قبرستان کو کھولا گیا تو تین کروڑ مالیت کا سونا برآمد ہوا، صدر الصدور عبدالنبی زکوٰۃ میں خود بھی حیلہ پر عمل کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کا فتویٰ دیتے تھے۔

(دین الٰہی اور اس کا پس منظر:۵۱)

بعض صوفیاء نے وحدۃ الوجود کے عنوان سے بادشاہ کو مظہر الٰہی قرار دے کر بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ٹھہرایا، علامہ بدایونی مفتیوں اور قاضیوں کی حالت کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

نوروز کے جشن کی محفلوں میں علماء وصلحا؛ بلکہ قاضی اور مفتی بھی شراب نوشی کرتے، اور بددین بادشاہ علمائے سو کی اس کیفیت کو دیکھ کر بڑے ناز سے یہ شعر پڑھتا تھا:

در عہد بادشاہ خطا بخش و جرم پوش
حافظ قرابہ کش شد و مفتی پیالہ نوش

(منتخب التواریخ:۳۰۹)

اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: أفضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر أو أمير جائر (ابوداؤد،عن ابی سعید الخدریؓ، کتاب الملاحم، حدیث نمبر: ۴۳۴۴) بہترین جہاد ظالم سلطان یا امیر کے سامنے انصاف کی بات کہنا ہے۔

علامہ خطابی نے ظالموں کے سامنے حق کی ترجمانی کو افضل الجہاد قرار دینے کی حکمت پر بڑا اچھا نکتہ لکھا ہے: إنما صار ذلك أفضل الجهاد ؛ لأن من جاهد العدو كان متردداً بين رجاء وخوف ، لا يدرى هل يغلب أو يغلب ؟ وصاحب السلطان مقهور في يده فهو إذا قال الحق ، وأمره بالمعروف، فقد تعرض للتلف، فصار ذٰلک أفضل أنواع الجهاد من أجل غلبة الخوف۔

(معالم السنن: ۴/۳۵۰)

یہ اس لئے افضل جہاد ہے کہ جو دشمن سے جہاد کرتا ہے، وہ امید اور خوف کے درمیان ہوتا ہے، اس کو نہیں معلوم کہ وہ غالب رہے گا یا مغلوب؟ اور جس کا سامنا سلطان سے ہوتا ہے، وہ بادشاہ کے ہاتھ میں قہر کا شکار ہوتا ہے، اگر اس نے حق بات کہی اور اس کو نیکی کی دعوت دی تو اپنے آپ کو ہلاکت کے لئے پیش کر دیا؛ لہٰذا یہ خوف کے غلبہ کی وجہ سے افضل ترین جہاد ہے۔

''کلمہ حق'' کا لفظ عام ہے اور اس میں مظلوم کی نصرت کے ساتھ ساتھ دین حق اور شریعت کی نصرت بھی شامل ہے، اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان علماء کو پسند نہیں فرمایا جو دربار شاہی کا چکر لگاتے رہتے ہوں؛ کیوں کہ جو لوگ حکمرانوں کے یہاں آمد و رفت رکھتے ہیں وہ فتنہ سے محفوظ نہیں رہتے: ''ومن أتى ابواب السلطان افتتن''۔ (ترمذی: ۴/۱۰۶، حدیث نمبر: ۲۲۵۶)

فتنہ کا شکار ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کا مداہنت سے بچنا دشوار ہوتا ہے؛ چنانچہ ایک دوسری حدیث میں ہے: ''فمن دخل عليهم فصدقهم بكذبهم وأعانهم على ظلمهم فليس منى ولست منه وليس بوارد علىّ الحوض ، ومن لم يدخل عليهم ولم يعنهم على ظلمهم ولم يصدقهم بكذبهم فهو منى وأنا منه، وهو وارد علىّ الحوض ۔

(رواہ النسائی: ۴۲۰۷-۴۲۰۸، ترمذی: ۲۲۵۹، مسند احمد: ۱۸۱۲۶)

اسی لئے اگرچہ ایسے علماء ربانیین بھی اُمت میں رہے ہیں، جنھوں نے حکومت کے قرب کو حکمرانوں کی اصلاح اور شریعت کی حفاظت و تنفیذ کے لئے استعمال کیا، جیسے امام ابو یوسفؒ؛ لیکن ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم رہی، اکثریت ان لوگوں کی تھی، جو حکومت وقت کے مطعون رہے اور انھیں آزمائشوں سے گذرنا پڑا، یہ امام

ابوحنیفہؒ ہیں، جنھیں یک دو نہیں، سو کوڑے لگائے گئے، قید کی سزا برداشت کرنی پڑی اور قید خانے ہی میں ان کی وفات ہوئی: ’’فضرب مائۃ سوط و حبس، و مات فی السجن‘‘۔

(مناقب الامام ابوحنیفہ وصاحبیہ: ۱/ ۲۷، المؤلف شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز الذہبی، المتوفی: ۷۴۸ھ)

یہ امام مالکؒ ہیں جنھیں جعفر بن سلیمان نے اَسّی کوڑے لگوائے، صرف اس لئے کہ وہ حالت اکراہ کی بیعت کو نامعتبر قرار دیتے تھے اور ایک موقع پر ان کے ہاتھ اس طرح کھنچوائے کہ باز و مونڈھوں سے الگ ہو گیا (ترتیب المدارک: ۲/ ۱۳۳)

یہ امام شافعی ہیں قریب تھا کہ عباسی خلیفہ ہارون رشید ان کو قتل کرا دیتا؛ لیکن امام محمدؒ کی سفارش نے ان کی جان بچائی، (الانتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقہاء مالک والشافعی وأبی حنیفۃ: ۱/ ۹۶) یہ امام احمد بن حنبلؒ ہیں جن کو ایسی ابتلاء و آزمائش سے گذرنا پڑا کہ اسلام کی تاریخ میں شاید ہی کسی عالم کو دین پر استقامت کی ایسی سزا ملی ہو۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء: ۱۱/ ۲۵۵)

اور یہ امام محمد بن حسن ہیں جنھوں نے ایک مظلوم کی حمایت میں فتویٰ دیا اور حسن بن زیاد نے ان کے فتوے کی تائید کی؛ لیکن قاضی وہب ابن وہب نے خوشامد میں اس مظلوم کے خلاف فتویٰ دیا، جس کو بادشاہ قتل کرنا چاہتا تھا؛ چنانچہ ہارون نے اپنے سامنے پڑی ہوئی دوات اُٹھا کر اس زور سے امام محمد کے چہرے پر ماری کہ آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا، امام محمد باہر نکل آئے اور دیر تک روتے رہے، جب پوچھا گیا کہ ایک زخم پر جو اللہ کے راستے میں لگا ہے، آپ اس قدر روتے ہیں، تو امام محمدؒ نے فرمایا: نہیں، اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے مخالف فتویٰ دینے والے سے پوچھنا چاہئے تھا کہ تم نے یہ فتویٰ کس بنیاد پر دیا؟ اور حق گوئی سے کام لیتے ہوئے اس کے خلاف حجت قائم کرنی چاہئے تھی، چاہے میں قتل کر دیا جاتا۔ (أخبار أبی حنیفۃ واصحابہ: ۱۲۶)

علامہ ابن تیمیہؒ بھی ایسی ہی آزمائش سے گذرے، علامہ سرخسیؒ نے اوزجند کے قید خانے میں ایک مدت گذاری اور وہیں پندرہ جلدوں میں المبسوط جیسی فقہی انسائیکلو پیڈیا مرتب فرمائی۔ (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیہ: ۲/ ۲۸) اور بعض اہل علم کے قول کے مطابق اندھے کنویں میں قید کر دیئے گئے، وہ وہیں سے کتاب املا کراتے تھے اور ان کے تلامذہ کنویں کے منڈھیر پر اسے تحریر کرتے تھے۔ (تاج التراجم لابن قطوبغا: ۲۳۵)

امام سعید بن جبیرؒ کو حجاج ابن یوسف نے جانور کی طرح ذبح کرا دیا؛ لیکن ان کے لہجہ میں کہیں باطل کے سامنے سرنگوں ہونے کا شائبہ بھی پیدا نہیں ہو سکا، (وفیات الأعیان: ۲/ ۳۷۳) امام سعید بن مسیبؒ کو عبدالملک بن مروان نے سرد موسم میں پانی ڈلوا کر پٹوایا اور ایک اور موقعہ پر پچاس کوڑے لگا کر سر بازار تشہیر کرائی، (وفیات

الأعیان: ۲/۶۷-۳) عمیر بن ہبیرہ یزید بن عبد الملک کی طرف سے عراق وخراسان کا والی بنایا گیا اور اس نے حضرت حسن بصریؒ سے ایک سوال کیا، جس کا مقصد ان کو پھنسانا تھا، حسن بصری نے فرمایا:

''اے ابن ہبیرہ! یزید کے معاملے میں اللہ سے ڈرو اور اللہ کے معاملہ میں یزید کا خوف مت کرو، اللہ تعالیٰ تجھ سے یزید کے شر کو دفع کرسکتا ہے، مگر یزید اس احکم الحاکمین کے قہر کو نہیں روک سکتا۔

(وفیات الاعیان: ۲/۱۷)

والی مصر ابن سہیل امام یزید ابن حبیب تابعی کی عیادت کو آیا اور دریافت کیا کہ جس کپڑے کو مچھر کا خون لگا ہو، اس میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ امام نے غصہ سے کہا کہ تو روزانہ اللہ بندوں کا خون بہاتا ہے اور مچھر کے خون کے بارے میں مسئلہ پوچھتا ہے، (تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۳۰) امام اوزاعی، سفیان ثوری، امام اعمش کوفی، عبداللہ ابن طاؤس وغیرہ کتنے ہی علماء وفقہاء ہیں کہ حق گوئی اور بے باکی نے ان کی جان جوکھم میں ڈال دی اور وہ بادشاہوں کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہوتے بچے۔

غرض کہ سلف صالحین اور علماء ربانیین کی پوری تاریخ ایسے واقعات پُر ہے جو ہمیں استقامت اور ثابت قدمی کی راہ دکھاتی ہے، افسوس کہ سائنسی اور صنعتی ترقی کے اس دور میں بھی بیشتر مسلم ممالک میں جمہوریت و شورائیت کے فقدان اور آمرانہ نظام کے غلبہ کی وجہ سے صورت حال میں کچھ زیادہ تبدیلی نہیں آئی ہے، ان کے یہاں سیاسی قیدیوں کی تعداد دنیا بھر میں شاید سب سے زیادہ ہے اور ان قیدیوں میں بڑی تعداد علماء کی ہے؛ اسی لئے وہاں کے اہل علم کی ایک اچھی خاصی تعداد مغربی ملکوں میں پناہ لئے ہوئی ہے؛ کیوں کہ مسلمان ملکوں کے مقابلہ انھیں وہاں زیادہ امن، انصاف اور آزادی میسر ہے، مسلمان اقلیتیں بشمول مسلمانانِ ہند چوں کہ جموریت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہیں، اس لئے اس طرح کے مسائل انھیں کم درپیش ہیں؛ لیکن ان کی آزمائش زیادہ تر تعذیب کے بجائے تحریص سے کی جاتی ہے، طمع دے کر ایسی باتیں کہلوانے کی کوشش کی جاتی ہے، جو اسلام کے موقف اور مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہیں، انھیں لوہے کی زنجیر کے بجائے سونے کی زنجیر سے مطیع و فرمانبردار بنانے کی کوشش کی جارہی ہے، ہندوستان میں بھی مسلمان اس وقت اسی صورت حال سے گذر رہے ہیں اور اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ کچھ نام نہاد علماء سے وہ باتیں کہوائی جائیں، جو فاشسٹ طاقتیں چاہتی ہیں اور ان کو میڈیا کے ذریعہ اس طرح نمایاں کیا جائے کہ گویا مسلمانوں کے اصل ترجمان یہی ہیں، یہ ایک بہت ہی خطرناک صورت حال ہے، اللہ کا شکر ہے کہ سلف صالحین کی طرح آج سر کٹانے کی آزمائش درپیش نہیں ہے؛ لیکن کم از کم اتنا تو ہو کہ کفر کے سامنے سر جھکانے سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ (بہ شکریہ بصیرت فیچرس)

اصلاحی مضامین

مکرسنکرانتی۔محض پتنگ بازی یا آفتاب پرستی

مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی*

لائقِ حمد وسزا وارِ ستائش ہے وہ ہستی جو اکیلی اور واحد الوجود ہے، تزوج وتولد سے پاک ہے، زمین وآسمان میں جو کچھ ہے شجر وحجر، بحر وبر، گلستاں و بیاباں، آبشار وکُہسار، چرند وپرند، حیوانات وحشرات، جن وانس، شمس وقمر کہکشاں اور اس کے کواکب وسیارات، بہشت اور اس کے انعامات، جہنم اور اس کے عذابات سب کا خالق ومالک معبود ومسجود ہے۔ موت وحیات، آسائش وآلام، ثروت وغربت، خوشحالی وخشک سالی سب صفاتِ باری تعالیٰ کا مظہر اور قدرتِ الٰہی کا جلوہ ہیں۔ یہی خدائی پیغام، انبیاء کی دعوتِ عام اور عقیدۂ اہلِ اسلام ہے۔ اس سے انکار واعراض یعنی مخلوقات ومصنوعات کو صفاتِ الٰہیہ میں شریک کرنا یا انہیں درجۂ الوہیت دینا یا خدائی مظہر اور تغیراتِ عالم میں اُنہیں مؤثر ماننا کفر وشرک کہلاتا ہے۔

ہندو قوم جو خدائے واحد کی منکر ہے، اس بے نیاز رب کے ساتھ بہت سی مخلوقات کو اس کا شریک ٹھہراتی ہے بلکہ ان کو مظہر خدا اور عینِ حق مانتی ہے اور یہ ان کے عقائد کا حصہ ہے کہ معبودانِ باطلہ حیاتِ انسانی کے احوال وکوائف اور عالمِ دنیا میں وقوع پذیر واقعات وحوادث میں مؤثر ودخیل ہیں۔ چنانچہ نجوم وکواکب کے ظہور اور شمس وقمر کے طلوع وغروب سے اپنی زندگی کے اہم ترین امور میں کامیابی وناکامی، سعادت مندی ونیک بختی اور نحوست وبدبختی کو وابستہ سمجھتے ہیں۔ ان کی عید وتہوار کے مواقع پر ان کی نذر ونیاز، خوشی ومسرت اور بندگی کے طور طریق سب ان کے فرضی معبودوں کے نام سے ان کے عظمت واحترام میں انجام دے جاتے ہیں، ان کے سبھی عیدوں کے پس منظر میں یہی شرکیہ عقائد کارفرما معلوم ہوتے ہیں، غالباً یہی ان کے گمان کے مطابق مذہبی فریضہ اور تقاضہ بھی ہے۔

ماہِ جنوری کی ۱۴؍ تاریخ ان کا ایک عظیم الشان تہوار ''مکر سنکرانتی'' کے نام سے انجام دیا جاتا ہے، ہندوؤں کے نزدیک یہ مبارک ترین دن ہے، لاکھوں لوگ گنگا ساگر میں ڈبکی لگا کر ''سورج'' دیوتا کی پوجا کرتے ہیں، ہندوؤں کے نزدیک ''سورج'' نہ صرف خدائی مظہر بلکہ مجسمِ علم ودانائی ہے، دیوتا کرشنا نے گیتا میں ''سورج'' کو

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

مظہر خدا اور اس کا پہلا شاگرد کہا ہے، مکر سنکرانتی کے دن ''سورج'' اپنی بالا دستی کا سفر شروع کر کے شمالی کرہ میں داخل ہوتا ہے، اس موقع پر تمام دیوتا یہ یاد دہانی کراتے ہیں کہ تم بلند سے بلند تر ہو، تمہاری درخشانی میں اضافہ ہوتا رہے اور کبھی تم تاریک نہ ہو۔

شمالی ہندوستان میں یہ ''پونگل'' اور پنجاب میں ''لوہری وماگھی'' کے نام سے منایا جاتا ہے، تمل ناڈو میں بھی یہ تہوار ''پونگل'' کے نام سے اور آندھرا پردیش میں تلگو عوام اس کو ''پدا پنڈوگا'' یعنی بڑا تہوار کہتی ہے، جو چار دنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ پہلا دن بھوگی، دوسرا دن سنکرانتی، تیسرا دن کنمو اور چوتھا دن سُکّا نُما ہوتا ہے۔ گجرات میں اس تہوار کے موقع پر چھوٹے بڑے تحفے تحائف ایک دوسرے کو پیش کرتے ہیں، گجراتی پنڈت اس مبارک دن طلبہ کو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے امداد دیتے ہیں، گجراتی عوام سورج کو نہ صرف ادب سے دیکھتی ہے بلکہ اس کی نذر کے لیے رنگ برنگی پتنگیں اڑاتی ہے، اور وہ اس نذر کے ذریعہ اپنے باعظمت خدا (سورج) کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہیں، پتنگ بازی اس تہوار کا خاص مشغلہ ہے۔ بہر حال مختلف علاقوں میں مختلف انداز سے اس تہوار میں سورج پرستی ہوتی ہے۔ اور اس طرح پورے ملک میں سورج کی عظمت کے گُن گائے جاتے ہیں۔

ان کے اس تہوار اور خوشی کے موقع سے یقیناً اہلِ اسلام کا کوئی تعلق نہیں اور ہونا بھی نہیں چاہیے، کیوں کہ اُن کی عیدیں مسلمانوں کے عقیدۂ توحید کے مغائر اور منافی ہیں، پھر مذہب اسلام خود دیگر تمام ادیان سے ممتاز اور فائق ہے، اس کی اپنی ایک شناخت اور پہچان ہے، وہ اپنے تشخص میں شرکتِ غیر کو بالکل گوارا نہیں کرتا، مسلمانوں کو اس نے یہ تعلیم دی کہ وہ اسلامی امتیازات کو باقی رکھیں، اسلام میں دیگر مذاہب کی آمیزش سے قطعاً اجتناب کریں ورنہ وہ دیگر مذاہب کے باطل عقائد کی نجاست کو اسلامی عقائد میں شامل کر لیں جس سے اُن کی اسلامیت کی پاکیزگی جاری رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر تنبیہ فرمائی: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُم۔ جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انہیں میں سے ہوگا؛ بل کہ اپنی بہت سی تعلیمات میں مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ دیگر اقوام کی روایات ورسومات کی مخالفت کرو۔ چنانچہ ارشاد فرمایا ''لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى'' وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے علاوہ (دیگر اقوام) کے طریقوں کی مشابہت اختیار کرے، تم یہود ونصاریٰ کی مشابہت مت اختیار کرو۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۳۹۹) اپنی تعریف ومدح میں غلو کرنے سے بچنے کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا ''لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما أنا عبدہٗ فقولوا عبد اللہ ورسولہ'' (بخاری:3445) تم میری تعریف میں ایسا غلو مت کرو جیسا کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتے تھے، اس لیے کہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں، تو (مجھے)

اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو۔ سر پر عمامہ باندھنے کے سلسلہ میں تعلیم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ''فرق ما بیننا وبین المشرکین العمائم علی القلانس'' ہمارے اور مشرکین کے درمیان ٹوپیوں پر عمامہ باندھنے سے فرق کیا گیا (وہ بغیر ٹوپیوں کے عمامہ باندھتے ہیں) (مشکوٰۃ کتاب اللباس ص: ۳۷۴) داڑھی رکھنے کے بابت ہدایت فرمائی کہ ''خالفوا المشرکین واوفروا اللُحیٰ واحفوا الشوارب'' (باب الترجل مشکوٰۃ ص: ۳۸۰) یعنی مشرکین کی مخالفت کرو داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ۔ (کیوں کہ وہ داڑھی کٹاتے ہیں اور مونچھ بڑھاتے ہیں)۔ اسکے علاوہ بہت سی روایات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام اور اسلامی تعلیمات امتِ مسلمہ کو عقائد و اعمال اخلاق و عادات میں دیگر مذاہب کی اتباع اور پیروی سے سختی سے منع کرتے ہیں اور اسلامی تشخص کی حفاظت اور برقراری کا پابند بناتے ہیں۔

لیکن عبرت کا مقام ہے کہ مسلم نوجوان طبقہ اپنی کم علمی یا ناواقفیت سے (اللہ کرے دانستہ یہ عمل نہ ہو) یا اپنے شوق وذوق کی تسکین کے لیے پتنگ بازی کر کے اس ہندوانہ تہوار میں شریک ہیں، گویا عملاً مسلمان اس مشرکانہ عقیدہ (سورج پرستی) کی نہ صرف تائید کر رہے ہیں بلکہ ادنیٰ درجہ میں سہی اس سے اپنی وابستگی کا اظہار کر رہے ہیں، نوجوان شوق کی تکمیل میں اور والدین اپنے بچوں کی آرزوئیں پوری کرنے بیش بہا مال پتنگوں کی خریدی میں اس آسانی سے صرف کر دیتے ہیں جس طرح سہولت سے پانی زمین پر بہایا جاتا ہے پھر اس پتنگ بازی میں جو مکر سنکرانتی کا اہم حصہ ہے ایک دوسرے پر تفاخر و تنافس، موسیقی اور گانوں کی گونج بھی شامل ہو جاتی ہے، مال کے ضیاع کے ساتھ اس میں جانی نقصانات اس کے علاوہ ہیں۔ ہماری بربادی پہلے ہی کیا کم تھی کہ ہم نے مزید اس تہوار میں عملی شرکت کر کے دنیوی واُخروی دونوں محرومیاں اپنا مقدر بنالیا۔ الامان والحفیظ۔

لہٰذا ضرورت ہے کہ اپنی آنکھوں سے غفلت کے پردے اٹھائیے، اغیار کے طریقوں سے منہ موڑیئے، ہم خدائے واحد پر ایمان رکھنے والوں کے لیے زیبا نہیں کہ ملعون ومردود اور مغضوب قوموں کے طرزِ عمل کو اپنا پسندیدہ مشغلہ بنائیں! ہمیں تو دنیا میں واحدانیت کا پرچار کرنے کے لیے بھیجا گیا، نعمتِ ہدایت سے اس لیے سرفراز کیا گیا کہ دوسروں کے گھر ہدایت کا چراغ جلا سکیں، اس لیے نہیں کہ اپنے گھر کی ایمانی شمع گل کر کے اُسے ظلمت کدۂ کفر بنالیں۔ مکر سنکرانتی خدا فراموش قوموں کا تہوار ہے، جس میں وہ خدائے واحد کی عظمت و کبریائی کی چادر سورج کو اوڑھا رہے ہیں، ہمارا تہوار عید الفطر و عید الاضحیٰ ہے جس میں ہم گلی کوچوں میں تکبیر و تہلیل سے خدا کی عظمت و کبریائی، برتری و بڑائی کا اعتراف و اعلان کرتے ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ توبہ کر کے پتنگ بازی جیسے اس بیہودہ عمل سے باز آجائیں۔ آمین

اصلاحی مضامین

یہ مجاوران کعبہ انہیں کیا ہوا خدایا...!

مولانا محمد ابراہیم خلیل سبیلیؔ حیدرآباد

یہ خبر نہایت افسوس کے ساتھ پڑھی گئی کہ سعودی حکومت نے تبلیغی جماعت پر گمراہی، بدعقیدگی اور قبر پرستی جیسے بے بنیاد الزام لگا کر اس پر پابندی عائد کردی ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اوقاف نے اندرون ملک تمام ہی خطباء کو جمعہ کے دن اپنے خطبوں میں تبلیغی جماعت کے خلاف برملا اظہار خیال کرنے کا حکم بھی دیا۔ ان خطیبوں نے خطبہ جمعہ میں جماعت کے متعلق جو کہا وہ کچھ اس طرح ہے: تبلیغی جماعت کی اکثریت عقیدہ اور سنت صحیحہ سے نابلد ہے، ان کے پاس اکثر و بیشتر خرافات اور جھوٹے واقعات کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یہ جماعت اس بات کا دعوی کرتی ہے کہ وہ دوسروں کے مقابلہ میں اسلام کی دعوت زیادہ دیتی ہے۔ اس جماعت کی ابتداء ہندوستان میں ہوئی، پھر اس کے بعض حضرات ہمارے شہر یعنی سعودیہ اس نیت سے آئے کہ تا کہ ہماری طرف سے ان کو دعوتی کام کی اجازت مل جائے۔ لہذا اس زمانہ کے (ایک بڑے مفتی) شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ نے اس جماعت کے بارے میں فتوی دیا: ''یہ جماعت جس میں کوئی خیر نہیں ہے، یہ بدعت اور گمراہی والی جماعت ہے، ان کی بعض تقاریر و تحاریر سے ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ جماعت گمراہی اور بدعت پر مشتمل ہے اور اس میں شرک اور قبر پرستی کی دعوت دی جاتی ہے اور یہ ایسی باتیں ہیں جن پر سکوت اختیار نہیں کیا جا سکتا۔'' پھر ایک زمانہ کے بعد دوسری مرتبہ اسی جماعت کے لوگ ہمارے پاس آئے تو اس وقت کے کبار علماء نے ان پر روک لگادی تا کہ لوگوں کو ان سے دور رکھا جاسکے۔ جن میں ایک بڑے عالم دین شیخ بن باز ہیں۔ وہ کہتے ہیں ''تبلیغی جماعت جو کہ ہندوستانی جماعت ہے اس میں بہت ساری خرابیاں ہیں اور اس میں شرک اور بدعات پائی جاتی ہیں لہذا ان کے ساتھ خروج جائز نہیں ہے۔ البتہ وہ شخص ان کے ساتھ جا سکتا ہے جسے دین کا پورا علم ہو اور وہ انہیں خیر کی دعوت دے تا کہ وہ اپنے باطل طریقہ کو چھوڑ کر اہل سنت والجماعت کے مذہب کو اپنا لے۔''

یہ خطبات ہمارے سامنے اس وقت آئے ہیں جب کہ ہمارے ملک میں تبلیغی جماعت کو بدنام کرنے سازشیں کی جارہی ہیں دہلی مرکز کے خلاف بڑے پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے دبے الفاظ میں نہیں بلکہ کھلے

الفاظ میں تبلیغ کے کام کو مٹا دینے کی باتیں کی جا رہی ہیں۔ ڈیڑھ سال پہلے کورونا کا بہانہ بنا کر مرکز کو مقفل بھی کر یا گیا ذمہ داروں پر ایف آئی آر درج کر کے انہیں ہر طریقہ سے پریشان کیا گیا غیر ملکی احباب کو شرائط ویزا کی خلاف ورزی بتا کر جیلوں میں قید کر دیا گیا اتنا ہی نہیں بلکہ تبلیغی احباب پر پورے ملک میں کورونا کے پھیلانے کا الزام لگا کر ان پر ''کورونا بم'' جیسے سنگین الزامات لگائے گئے۔ آج پھر اس عالمی جماعت کو نظر لگ چکی ہے ایک بار پھر سے وہ اختلافات شکار ہو چکی ہے۔ اب اختلاف بھارتی حکومت یا میڈیا کی جانب سے نہیں بلکہ عرب علماء اور مسلم حکومت کی طرف سے ہے یعنی اپنا گھر اپنے ہی چراغ سے جل رہا ہے۔ جزیرۃ العرب جیسے مقدس نام کو ہٹا کر سعودی عرب کرنے والے یہ آل سعود، خلافت پر بادشاہت کو مقدم کرنے والے یہ حکمران آج تبلیغی جماعت کو اپنا ہدف بنا رہے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ تبلیغی جماعت ایک غیر سیاسی اور خالص دینی تحریک ہے، تحریک کے بانیوں نے اس جماعت کا نام تک نہیں رکھا لوگوں نے دیکھا کہ اس کا طریقہ کار دعوت وتبلیغ ہے تو اس کو تبلیغی جماعت کے نام سے موسوم کر دیا۔ یہ جماعت اپنے اصولوں یعنی چھ نمبر سے ہٹ کر کبھی بیان نہیں کرتی، کبھی کسی حکومت کے خلاف بیان نہیں دیتی انہیں حکومت اور دنیا داری سے ذرہ برابر واسطہ نہیں ہے بلکہ یہ لوگ ہمیشہ آسمان کے اوپر کی اور زمین کے نیچے کی باتیں کرتے ہیں۔ اب حکومت سعودیہ نے اس جماعت کو بدعتی، صوفی اور دہشت گرد قرار دے کر ایک بڑا کھیل شروع کر دیا ہے۔ یہاں بڑا سوال یہ ہے کہ جب سعودی حکومت اور اس کے ہمنوا علماء علی الاعلان جماعت کو دہشت گرد قرار دیں گے تو ہندوستان کی موجودہ حکومت اور اس کی ہم نَوا ہندوتوا تنظیمیں تبلیغی جماعت اور اس سے وابستہ لوگوں کے خلاف کیا کچھ نہیں کریں گی؟ میرے خیال میں محمد بن سلمان کے غیر دانشمندانہ فیصلوں نے مودی حکومت اور اس کے مشن کو ہندوستانی مسلمانوں پر ظلم ڈھانے کا بین ثبوت اور ایک کھلا جواز فراہم کر دیا ہے۔

جہاں تک الزامات کا تعلق ہے تو ہمیں عرب کی محترم زمین اور مساجد کے مقدس منبروں سے جھوٹ سننے کو ملا ہے۔ بات یہ ہے کہ اوقاف کی طرف سے خطیب حضرات کو ایک عنوان دیا گیا تھا جس کے تحت تمام ہی خطباء نے بساط کے مطابق خطبے لکھے اور منبر پر پڑھ کر سنا ڈالا۔ وہاں موجود سامعین نے ہمیشہ کی طرح سماعت کی اور نماز پڑھ کر چلے گئے۔ سوچنے والی بات ہے کہ کیا ان لوگوں نے خطبات کے خلاف کچھ ردعمل کیا؟ شاید انہوں نے کچھ نہیں کیا اور یقیناً وہ ایسا کر بھی نہیں سکتے تھے۔ لیکن ان خطبات سے پورے عالم میں اور خاص کر ایشیاء اور برصغیر میں ایک کہرام مچ گیا ہے۔ علماء کرام اور امت کا درد رکھنے والا ایک بڑا طبقہ پریشان ہے کہ سعودی عرب نے اچانک ایسا موقف کیوں اختیار کیا؟ پوری تنظیمیں خاص کر دیوبند، جمعیت علماء ہند اور جماعت اسلامی اس

کیلئے فکر مند نظر آرہے ہیں ان کے ذمہ داروں کی طرف سے بیانات جاری کئے گئے اور فیصلہ پر نظر ثانی کی اپیل بھی کی گئی۔خطبات میں جن اہم شخصیات کے فتاوے بیان کر کے تبلیغی جماعت کو نشانہ بنایا گیا ان سے ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ انہیں مفتیوں اور دیگر عرب علماء واہم شخصیات نے جماعت کے بارے میں فتاوے اور اپنی آراء کا اظہار کیا ہے جو نہ صرف یہ کہ جواز کی حد تک درست ہیں بلکہ جماعت کی تائید ونصرت کرتے ہیں۔

شیخ ابوبکر جابر الجزائری جو کہ جامعہ مدینہ منورہ کے مایہ ناز استاد ہیں فرماتے ہیں: ''ہمارے کچھ بھائی ہیں جو تبلیغی جماعت والا کام تو نہ کر سکے الٹا انہوں نے ان پر اعتراض کیا۔انہیں ایسا کرنا زیب نہیں دیتا اللہ انہیں راہ راست پر لائے۔'' شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ فرماتے ہیں: تبلیغی جماعت کا اہم مقصد مساجد میں وعظ ونصیحت کرنا، لوگوں کو راہ راست پر لانا، توحید اور اچھے عقیدوں پر ابھارنا اور کتاب وسنت پر عمل کیلئے آمادہ کرنا ہے۔'' شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن بازؒ جو کہ سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے فرماتے ہیں: ''میں ہمیشہ اپنے علمی بھائیوں کو وصیت کرتا ہوں کہ دعوت والے کام میں ان کے ساتھ شریک ہوں، تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہوتا رہے۔لوگوں کو اس قسم کے پاکیزہ اجتماعات کی سخت ضرورت ہے جو کہ وعظ ونصیحت پر مشتمل ہوں اور جن میں اسلام پر جمے رہنے کی دعوت دی جائے اور اس کی تعلیمات پر عملی تشکیل کی جائے۔ جب بھی فرصت ملے دعوت الی اللہ کے لئے جماعت کے ساتھ نکلتے رہیں۔'' شیخ محمد امان بن علی الجامی جو کہ علوم اسلامیہ کے سربراہ تھے فرماتے ہیں: ''ہم تجویز پیش کرتے ہیں کہ جماعت کی یہ تحریک ہمارے طلباء میں بھی ہونی چاہئے تاکہ وہ ان سے فائدہ اٹھا سکیں۔'' شاہ عبدالعزیز بن عبدالرحمن آل سعود کا شاہی فرمان ہے: ''تبلیغی جماعت کی تحریک پاکیزہ جدوجہد ہے جو سلف صالحین کے عقیدے کی طرف دعوت دیتی ہے۔'' شاہ فہد بن عبدالعزیز آل سعود کا فرمان ہے: ''یقیناً ان کا کوئی سیاسی مقصد نہیں ہے اور نہ ہی کوئی دنیوی طمع ہے۔حکمت، نصیحت وموعظت کے ساتھ دعوت الی اللہ کے کام سے ان کے نفوس مالا مال ہیں۔'' (بحوالہ: تبلیغی جماعت اور مشائخ عرب ص 2)

شیوخ اور اہم شخصیات کے فتاوے اور آراء سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ جماعت نہ مشرک ہے نہ قبر پرستی کی دعوت دیتی ہے نہ اس کے عقائد غلط ہیں اور نہ ہی یہ جماعت دہشت گرد ہے۔اس کے عقائد وہی ہیں جو اہل سنت والجماعت کے ہیں، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ہیں شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ کے ہیں اور وہی عقائد ہیں جو دیوبند کے ہیں۔خود سعودی حکومت اور وہاں کے علما جانتے ہیں کہ احباب جماعت کا تعلق بنگلہ والی مسجد سے ہے اور یہی پوری دنیا کا دعوتی وتبلیغی مرکز ہے۔ یہاں پر اندرون اور بیرون ملک سے

لوگوں کا ہجوم آتا رہتا ہے۔ یہ اخلاص وللّٰہیت کا تاج محل ہے جہاں نہ جانے کتنے تشنہ لب آتے اور سیراب ہوتے ہیں۔ یہ وہ شجر طوبیٰ ہے جہاں نہ جانے کتنے گم گشتہ راہ آتے اور ہدایت پا جاتے ہیں۔ یہ ان زندہ دلوں کا میخانہ ہے جہاں نہ جانے کتنے شرابی، کبابی آتے اور رشد و ہدایت کے رند لے کر واپس ہوتے ہیں۔ یہ ہدایت کا وہ درخشاں مینار ہے جہاں سینکڑوں گناہگار آتے اور اللہ کے حضور توبہ کر کے مصلح امت بن کر لوٹتے ہیں۔ یہ ہمارے اسلاف کا وہ متبرک مقام ہے جہاں انہوں نے حوض کا پانی پی کر فاقہ مستی کی تھی، تہجد میں اٹھ کر رونا دھونا کیا تھا، کئی کئی رات کی شب بیداری کی تھی، خدا کے دربار میں لمبے لمبے سجدے کئے تھے، سب کیلئے رو رو کر دعائیں کی تھیں، اور ساری دنیا میں دعوت وتبلیغ کی محنت کو عام کیا تھا۔ یہ وہی چہار دیواری ہے جہاں آج بھی یہی سارے اعمال ہوتے ہیں۔ لگ بھگ ایک صدی سے ان کا ایک نظام الاوقات ہے جس کے تحت وہاں مشورہ ہوتا ہے گشتیں ہوتی ہیں بیان ہوتا ہے تعلیم ہوتی ہے اور قرآن کے حلقے لگتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کی فکروں اور بیانات کی بہت بڑی بات یہ ہے کہ وہ سیاست سے پرے اور مسلک و مذہب کی نفرت سے بالکل پاک ہوتے ہیں۔

ویسے بھی ہمیں جماعت یا مرکز کے متعلق اتنی صفائی دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی تمام باتیں اور سارے اعمال اظہر من الشّمس ہیں۔ یہ سعودیہ کے شیوخ کو سوچنا چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے سفارتی تعلقات کی اجازت مل سکتی ہے، فلمی اداکار اندرون ملک آ کر تھیٹرس کا افتتاح کر سکتے ہیں اداکارائیں آ کر اپنے جلوے دکھا سکتی ہیں، خرافات کے اڈے جنم لے سکتے ہیں اور غیر شرعی امور کی اجازت مل سکتی ہے لیکن اللہ کے نیک بندوں کو دین کا کام کرنے کی اجازت نہیں مل سکتی... ہمارا ایمان ہے کہ اللہ کے کام کو کوئی روک نہیں سکتا، مخلوق میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ وہ اللہ کے کام کو بند کر دے۔ اللہ کی سنت رہی ہے کہ ہمیشہ حق کا انکار کیا گیا سچائی کے راستوں میں کانٹے ہی بچھائے گئے۔ ایسا کب ہوا ہے کہ کوئی حق لے کر اٹھے اور اس کو خوش آمدید کہا گیا ہو کوئی اللہ کی بات لے کر چلے اور اس کو سر آنکھوں پر بٹھایا گیا ہو۔

ان تمام باتوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اگر ہم وزارت کے طرف سے جاری کردہ بیان کو دیکھتے ہیں تو سوال یہ ہے کہ آج سے پہلے سعودیہ میں دعوت کے کام کی اجازت کب تھی کس مسجد میں جماعت کا قیام ہوتا تھا کس مسجد میں جماعت کا اعلان ہوتا تھا کن محلوں میں علی الاعلان گشت ہوتی تھی اور سعودیہ کے کس مقام پر اجتماعات منعقد ہوئے تھے؟ پہلے کام جس طرح انفرادی طور پر اور گھروں میں ہوتا تھا آج کے بعد بھی انشاء اللہ ویسے ہی جاری رہے گا۔ اسلامی اعتبار سے دعوت وتبلیغ کی ذمہ داری تمام امت مسلمہ پر رکھی گئی ہے اس فریضہ کو

سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ادا کیا آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے کیا ان کے بعد یہ ذمہ داری ہم سب پر عائد ہوتی ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ سوا لاکھ صحابہؓ میں سے صرف دس یا بارہ ہزار صحابہ کرام کی قبریں مدینہ میں ہیں تو باقی صحابہؓ کہاں چلے گئے؟ تاریخ گواہ ہے کہ دعوت وتبلیغ کی خاطر وہ سب اطراف عالم میں پھیل گئے یہاں تک کہ وہیں ان کی قبریں بن گئیں۔آج اگر دعوت کے کام پر روک لگائی جاتی ہے تو یہ صرف ایک جماعت یا ایک تنظیم کا نقصان نہیں بلکہ پورے عالم اسلام اور سارے مسلمانوں کا نقصان ہے۔

آخر میں ہم اسباب اور وسائل کے تحت سعودی حکومت سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے اور اوقاف کی طرف سے دئے گئے خطبہ کو واپس لے تا کہ جماعت امن وامان کے ساتھ اور بغیر کسی روک ٹوک کے سارے عالم میں دعوت کا کام جاری رکھ سکے۔

یہ مجاوران کعبہ انہیں کیا ہوا خدایا!
ترے دوستوں سے نفرت ترے دشمنوں سے یاری

(بقیہ صفحہ:۴۱ سے)

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کردے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جو آگ کی خاصیت وہ عشق کی خاصیت
اِک سینہ بہ سینہ ہے اک خانہ بہ خانہ ہے۔

اصلاحی مضامین

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے!

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

اس میں شک نہیں کہ "صحبت" سے انسانی زندگی پر مثبت ومنفی اثرات مرتب ہوتے ہیں، انسان کے عقائد واعمال، افکار ونظریات، سیرت وکردار، اخلاق وگفتار، اس سے ضرور متأثر ہوتے ہیں، اور حقیقت بھی ہے کہ بروں کی ہم نشینی نے جہاں کئی خدا پرستوں کو راہِ حق سے بھٹکا دیا، تو وہیں اہلِ دل واہل صدق کی نگاہِ فیض نے مِسِ خام کو کُندن بنا دیا، قتل وغارت گری کے خوگر اور انسانیت کے دشمن، امن کے سفیر اور حق کے پرستار بن گئے یہ صحبت ہی کا کرشمہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فیضِ تربیت نے حضراتِ صحابہؓ کرام کو آسمانِ ہدایت کا درخشندہ ستارا بنا دیا۔

جمال ہم نشیں درمن اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

اسی لئے قرآن وحدیث میں اہل صدق وتقوی کی ہم نشینی اختیار کرنے کی تاکید آئی ہے۔

صحبتِ اہلُ اللہ کی اہمیت:

حدیث پاک میں ہے: ''وَخَالِطُوا الحکَماء'' (الجامع الصغیر، حدیث: ۳۵۷۷) یعنی حکماء سے ملنا جلنا رکھو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ''التشرف في معرفة أحاديث تصوف'' میں فرماتے ہیں: ''اس سے مراد "اہل اللہ" ہیں۔''

ایک حدیث میں آتا ہے: ''إن رجلا خرج من بيته زائرًا الخ'' (مشکاۃ المصابیح، کتاب الادب، باب الحب فی اللہ) ترجمہ: ''جب کوئی اللہ کے لیے کسی سے ملنے جاتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ چلتے ہیں۔''

اور اس حدیث میں آگے ہے کہ وہ دعا کرتے ہیں: ''رَبَّنَا إِنَّهُ وَصَلَ فِيْکَ فَصِلْهُ۔''

''اے ہمارے رب! یہ آپ کے لیے اس (اللہ والے، بزرگ) سے مل رہا ہے، آپ اس کو اپنے سے ملائیں (یعنی اپنا قرب دے کر اپنا بنالیں)۔''

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

مفسر کبیر علامہ سیّد محمود آلوسیؒ نے اپنی مایۂ ناز تفسیر ''روح المعانی'' میں یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴿۱۱۹﴾ کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے کہ خَالِطُوْهُمْ لِتَكُوْنُوْا مِثْلَهُمْ (روح المعانی ۱۱/۵۶) یعنی اللہ والوں کے پاس اتنا رہو کہ تم بھی اُن جیسے بن جاؤ۔

مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے جامعہ اشرفیہ لاہور میں ختمِ ''بخاری شریف'' کے موقع پر فرمایا کہ اے طلباءِ کرام! جاؤ کچھ دن کسی صاحبِ نسبت، صاحبِ تقویٰ کی صحبت میں رہ لو؛ تاکہ ان کے صدقے میں تم بھی متقی بن جاؤ۔ پھر یہ شعر پڑھا:

دردِ دل نے اور سب دردوں کا درماں کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا

(صحبت اہل اللہ کے فوائد ۱۴۱)

صحبت اہل اللہ کی وجوہات:

طبیبُ الامت حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ نے اس کی چار وجوہات بیان کی ہیں جو یقیناً پڑھنے کے قابل ہیں، اہل اللہ کی صحبتِ بابرکت سے چار وجہوں سے فیض حاصل ہوتا ہے:

(۱) پہلی وجہ نقل ہے، یعنی انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے نقّال واقع ہوا ہے، جب اہل اللہ کی صحبت میں رہے گا اور شب و روز ان کے طریقۂ مناجات، ان کے طریقۂ فریاد، ان کے آداب و اخلاق اور خدا کے حضور ان کے رونے اور گڑگڑانے اور نالۂ نیم شبی کو دیکھے گا تو ممکن نہیں کہ ان صفاتِ عالیہ کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش نہ کرے۔

(۲) دوسری وجہ صحبت کی عام برکت ہے۔ اگر کوئی اہل اللہ کی صحبت میں بغیر کسی خاص ذہن وفکر کے آئے اور کوئی غرض بھی ہو جب بھی وہ اس کی برکت محسوس کرے گا، اور آہستہ آہستہ ان کی مقناطیسی شخصیت اپنی طرف کھینچتی رہے گی۔

(۳) تیسری وجہ معرفت ہے۔ یعنی ان کی صحبت سے اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے، نفس و شیطان سے مقابلہ کرتے ہوئے اسے کس طرح مغلوب کیا جائے؟ ان کی صحبت سے اس کا فن آتا ہے، نفسانی اور شیطانی مکروفریب سے ایک انسان خوب واقف ہو جاتا اور ان سے بچنے کی تدبیروں سے اچھی طرح آگاہ ہو جاتا ہے۔

(۴) چوتھی وجہ دعا ہے، یعنی یہ جہاں ساری اُمت کے لیے دعا کرتے ہیں، تو وہاں خصوصیت کے ساتھ اپنے متعلقین اور مریدوں کے لیے بھی دعا کرتے ہیں، بارگاہِ الٰہی میں ان کی مخلصانہ دعا بہرحال قبولیت کی تاثیر

رکھتی ہے۔ان چار وجوہ کے علاوہ مولانا رومیؒ ایک اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ دلوں میں سے دلوں میں خفیہ راستے ہوتے ہیں،غیر مرئی طور پراللہ والوں کے دلوں کی" ایمانی طاقت" ان کے ہم نشینوں پر اثر کرتی ہے،اوران کے طاقتور یقین کا نوران کے جلیسوں کے ضعیف اور کمزور یقین کوتوانائی بخشتا اور نورانی بنا تا رہتا ہے۔

(باتیں ان کی یادرہیں گی صفحہ ۱۱۴)

صحبت اہل اللہ کے فوائد وثمرات:

اہل اللہ کی صحبت کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ان سے تعلق رکھنے والا گناہ پر قائم نہیں رہتا،توفیقِ توبہ مل ہی جاتی ہے،شقاوت،سعادت سے تبدیل ہوجاتی ہے،''بخاری شریف'' میں ہے: هُمُ الجلَسَاءُ لَا يَشْقٰى جَلِيْسُهُمْ (صحیح البخاری ۲/۹۴۸)(یعنی اہل اللہ ایسے مقبولانِ حق ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور شقی نہیں رہ سکتا)

علامہ حافظ ابنِ حجر عسقلانیؒ اپنی مشہور شرح ''فتح الباری'' میں رقم طراز ہیں: اِنَّ جَلِيْسَهُمْ يَنْدَرِجُ مَعَهُمْ فِیْ جمِيْعِ مَا يَتَفَضَّلُ اللهُ بِهٖ عَلَيْهِمْ اِكْرَامًا لَهُمْ (فتح الباری ۲۱۲/ ۲) یعنی اہل اللہ کی صحبت میں بیٹھنے والا ان ہی کی فہرست میں درج ہوجاتا ہے،ان تمام نعمتوں میں جو اللہ تعالیٰ اہل اللہ کو عطا فرماتا ہے۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک صاحبِ نسبت بزرگ تھے، حالتِ جذب میں اللہ کے حضور میں مراقبہ میں بیٹھے تھے، اچانک آنکھ کھلی ، ایک کتا گزر رہا تھا اس پر نگاہ پڑ گئی ،فرمایا کہ جہاں جہاں وہ کتا جاتا تھا سب کتے اس کے سامنے ادب سے بیٹھ جاتے تھے، پھر ہنس کر فرمایا کہ شیخ الکِلاب ہوگیا ظالم! توجب اللہ والوں کی نظر کا جانوروں پر یہ اثر ہے تو میرے دوستو! کیا کہوں کہ انسانوں پران کی نگاہ،کیا اثر کرتی ہوگی؟۔

(صحبت اہل اللہ کے فوائد ص ۳۲)

مولانا رومیؒ فرماتے ہیں کہ میاں! بغیر اللہ کا دیوانہ بنے کام نہیں بنتا؛لیکن بس کسی دیوانے سے پالا پڑ جائے! اللہ کے عاشقین ہم سے خدانخواستہ دنیا نہیں چھڑائیں گے،ان کی برکت سے دنیا ہاتھ میں ہوگی ، جیب میں ہوگی ، بس دل سے نکل جائے گی ، دل میں صرف اللہ ہوگا ، پھر معلوم ہوگا کہ" ہفت اقلیم" کی سلطنت اور زمین وآسمان سے بڑھ کر دولت ہمیں حاصل ہوئی ہے۔(صحبت اہل اللہ کے فوائد ص ۳۳)

ایک شخص نے کانپور سے حضرت تھانوی کو لکھا کہ میں پہلے اوّابین اور تہجد بھی پڑھتا تھا،اب میری تہجد قضا ہونے لگی ، اور اوّابین بھی چھوٹنے لگی ، اشراق اور چاشت سب چھوٹ گئی ، پھر کچھ دن کے بعد لکھا کہ اب تو میری جماعت کی نماز بھی ختم ہوگئی ، پھر لکھا کہ اب تو فرض خطرے میں ہے،تو حضرت نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو صالحین کی صحبت میسر نہیں ہے۔

علامہ آلوسیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کی صحبت کی تاثیر تو دیکھو! کہ کتّا (اصحاب کہف کا) جیسا نجس جانور جس کا لعابِ دہن پیشاب کے برابر ناپاک، اس ناپاک کو بھی اللہ تعالیٰ پاک کر کے جنت میں بھیج دیں گے۔(روح المعانی: ۱۵/ ۲۴۶)

حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جب پوچھا گیا کہ حضرت! آپ تو بہت بڑے عالم ہیں، آپ تو بخاری پڑھاتے ہیں، آپ کیوں گئے تھے حاجی امداداللہ صاحب کے پاس؟ فرمایا: حاجی صاحب کے پاس میں مسئلہ پوچھنے نہیں گیا تھا؛ بلکہ مسئلہ پر عمل کرنے میں جہاں جہاں نفس غفلت اور سستی کرتا تھا اور جہاں نفس ہم پر غالب آجاتا تھا حاجی صاحب کی برکت سے نفس کو مغلوب کرنے گئے تھے، ہم قوتِ عمل لینے کے لیے حاجی صاحب کے پاس گئے تھے، علم لینے نہیں گئے تھے۔(صحبت اہل اللہ کے فوائد،ص ۵۵)

حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ علماء کو اہلُ اللہ سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب کے لئے یہ شعر کہتے تھے ؎

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

ایک شیطانی دھوکہ

یہ کہنا کہ اب اس زمانہ میں اللہ والے کہاں " مسلمانی در کتاب و مسلمان در گور" تو یہ محض شیطانی دھوکہ ہے حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جس کی صحبت میں دس آدمی بیٹھتے ہوں، اگر ۵ یا ۶ آدمی بھی نیک بن گئے ہوں تو سمجھ لو کہ وہ اللہ والا ہے۔(باتیں ان کی یاد رہیں گی ص ۱۱۶)

ایک اہم نصیحت:

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحبؒ نے ایک موقع پر فرمایا: ” آج ہمارا حال مختلف ہے، اللہ والوں کی مجلس سے ہم بھاگتے ہیں، ہم جس ماحول میں رہتے ہیں وہ گناہ وعصیان کا ماحول ہے، گردوپیش سے عام انسان تو عام انسان ہے، ”ولی“ بھی متاثر ہوجاتا ہے، سنیما اور گانوں کی آواز، دنیا کی فحاشی یہ سب کچھ انسان کو متاثر کرتے ہیں، صحابہ کرامؓ کا عادوثمود کی بستی سے جب گزر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منہ چھپالیا اور صحابہ کرامؓ کو جلدی سے گزر جانے کے لیے فرمایا، دیکھئے ماحول کا اثر، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ میں کس قدر اہمیت کا حامل ہے، اگر اثر کا خوف نہ ہوتا تو جلدی سے کیوں گزرتے؟ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ برے ماحول سے کٹ کر اللہ والوں کی مجلس میں بیٹھو، نورانیت پیدا ہوگی اور اچھے اثرات پڑیں گے۔(باتیں ان کی یاد رہیں گی صفحہ ۳۵)

(بقیہ صفحہ: ۳۷ پر)

حفظانِ صحت

موسم سرما کے چند گوشے

از: مولانا محمد معراج حسامی*

موسم سرما کی شدت ہے، ہوائیں خنک ہیں، ٹھنڈ اتنی زیادہ کہ زبانیں گنگ ہیں، سرد علاقوں میدان اور پہاڑ برف کی سفید چادر اوڑھ لیئے ہیں، دور دور تک برف ہی برف دکھائی دے رہی ہے، جس سے درجہ حرارت صفر میں چلا جاتا ہے، جھیل اور چشمے جم جاتے ہیں، چھتوں سے ٹپکنے والا پانی قلمِ یخ کی صورت اختیار کر لیتا ہے، راتیں لمبی دن چھوٹے ہیں، ہر ایک کو گرم گرم ملبوسات کی فکر دامن گیر ہے۔

سردی کا اثر اور اسکی حقیقت:-

بہر کیف! انسان کو غور و تدبر سے کام لینے کے لئے موسم بنائے گئے ہیں، جن میں بے شمار مصالح وحقائق پنہاں ہیں، انسانوں کی صحت وتندرستی کا مدار موسمی تبدیلیوں پر بھی ہے، ہر موسم کی اپنی جداگانہ تاثیر اور حقیقت ہوتی ہے، لیکن رسول رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سردی کے اثر اور اس کی حقیقت کو اس طرح سمجھا دیا کہ سائنسی علوم و تجربات بھی دم توڑ دیتے ہیں، محکمۂ موسمیات کی قیاس آرائیاں ہیچ ہوجاتی ہیں، تمام محققین کی تحقیق ایک طرف، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیق ان سب پر غالب وفائق رہتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشاد نقل فرماتے ہیں: جہنم نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے پروردگار! میرا بعض حصہ بعض کو کھا رہا ہے، پس مجھے سانس لینے کی اِجازت مَرحمت فرمایئے، اللہ تعالیٰ نے اُسے دو سانس لینے کی اِجازت دے دی، ایک سانس سردی میں اور دوسری گرمی میں، پس تم لوگ جو سردی کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہو تو وہ جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے اور جو گرمی کی تپش محسوس کرتے ہو وہ بھی جہنم کے سانس لینے کی وجہ سے ہے۔(مسلم:617)

ایک روایت میں سردی کی حقیقت بیانی زمہریر کے نام سے کی گئ ہے اور اس کی خطرناکی کا تذکرہ کیا گیا ہے۔" حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کرتے ہیں" بیشک جہنم (کا ایک

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

عذاب ایسا ہوگا جس) میں ٹھنڈک ہوگی اور وہ زمہریر“ ہے جس میں (سردی کی شدّت کی وجہ سے) ہڈیوں سے گوشت گر جائے گا یہاں تک کہ لوگ جہنم کی گرمی (کے حصول) کی فریاد کرنے لگیں گے۔

(حلیۃ الأولیاء:5/370)

حضرت مُجاہدؒ فرماتے ہیں زمہریر وہ (شدید ٹھنڈک کا) عذاب ہے جس کی ٹھنڈک کو چکھنے کی بھی لوگوں میں طاقت نہ ہوگی" (صفۃ النّار لابن أبی الدّنیا:153)

انسان دنیا کی سردی میں ہی تلملا رہا ہے، بدن کانپ رہا ہے، کیا اس نے کبھی جہنم کی سخت سردی کو تاب لانے کا تصور کیا ہے؟ کیا اسکی ٹھنڈک کو قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ اللہ پناہ میں رکھے۔

دو خوش نصیب بندے:

سرما کے موسم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ بندہ اگر تھوڑی ہمت کر کے اپنی ذات کو خدا کی طرف متوجہ کرے گا تو اُسے رحمت کے امیدواروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ”دو شخصوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے: ایک وہ شخص جو سرد رات میں اپنے بستر اور لحاف سے اُٹھ کر وضو کرتا ہے، پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے اُبھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت کا امیدوار ہے اور آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ گواہ رہو میں نے اس کی امیدیں پوری کر دیں اور جس چیز سے خوف کھا رہا ہے اس سے امن دے دیا۔ دوسرا وہ شخص جو (مجاہدین کی) کسی جماعت میں ہو اور وہ یہ جان لے کہ (میدانِ جہاد سے) بھاگنے میں اُسے کیا (گناہ) ملے گا اور یہ بھی جان لے کہ اُسے (ڈٹ کر لڑنے میں) اللہ کے حضور کیا ملے گا! پس وہ قتال کرے اور شہید ہو جائے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتا ہے: میرے بندے کو یہ تکلیف برداشت کرنے پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ وہ آپ کی رحمت کا امیدوار ہے اور آپ کے عذاب سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم لوگ گواہ رہو میں نے اسکی امیدیں پوری کر دیں اور جس چیز سے خوف کھا رہا ہے اس سے امن دے دیا۔

(طبرانی کبیر:8532)

ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

موسم سرما کے متعلق چند باتیں جاننے کی ضرورت ہے کہ اس کی احتیاطی تدابیر کو اپنی وسعت اور حیثیت کے مطابق اس سے بچاؤ کے اسباب اور ذرائع اختیار کرنے چاہیئے، لحاف، موٹی چادر اور اوڑھنے بچھونے کے

لئے گرم اور موٹے کپڑے استعمال کرنے چاہیئے تا کہ بیماریوں اور پریشانیوں سے بچا جا سکے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اِرشاد کوملحوظ رکھ کر سردی سے حفاظت کرنا چاہیئے: ”إِنَّ لِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا “ بیشک تمہاری جان کا بھی تم پر حق ہے۔(ابوداؤد:1369)

چوں کہ معاشرہ میں اکثر تعداد ان لوگوں کی بھی ہوتی ہے جن کے پاس سردی سے بچاؤ کے اسباب نہیں ہوتے ،کوئی ان کا پرسانِ حال نہیں ہوتا اور نہ ہی اُن کے پاس اتنی وسعت ہوتی ہے کہ اس کو خرید سکیں ، ایسے لوگوں کا موسمِ سرما کس طرح گزرتا ہے اس کو وہ خود ہی جانتے ہیں ،نرم و گرم بستر اور لحاف پوشوں کو اُن کی تکلیفوں اور پریشانیوں کا کیا احساس ہوسکتا ہے؟ اہلِ ثروت واصحابِ خیر کو چاہیئے کہ ناداروں اور سردی سے متأثرہ طبقات کے لئے گرم ملبوسات کا انتظام کر کے اپنی اُخروی نجات کا سامان کریں۔

علّامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”صفۃ الصفوۃ“ میں مشہور تابعی حضرت صفوان بن سُلیم رحمہ اللہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ وہ سردی کے موسم میں ایک رات مسجد سے باہر نکلے، دیکھا کہ ایک شخص سردی سے کانپ رہا ہے اور اس کے پاس سردی سے بچاؤ کے لئے کپڑے نہیں ہیں ، چنانچہ انہوں نے اپنی قمیص اُتار کر اُس شخص کو پہنادی، اسی رات بلادِ شام میں کسی شخص نے خواب دیکھا کہ حضرت صفوان بن سُلیم صرف اُس قمیص کے صدقہ کرنے کی وجہ سے جنت میں داخل ہوئے ، وہ شخص اسی وقت مدینہ منوّرہ کے لئے روانہ ہوا اور وہاں جا کر حضرت صفوان بن سُلیم کا پتہ پوچھا اور اپنا خواب بیان کیا۔(صفۃ الصفوۃ:1/385)

سردی کا موسم عبادت گذاروں کا ہے:

چوں کہ سردی میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں تو شب کے اوقات نیکی کے کاموں کے لئے فارغ کریں،عبادت اور آخرت کی تیاری کے لئے موسمِ سرما کے اِن قیمتی مواقع کو ضائع کرنے سے احتراز کریں۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”سردی کا موسم عبادت کرنے والوں کے لئے غنیمت (لوٹنے کا موسم) ہے"۔(حلیۃ الأولیاء:1/51)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ اِرشاد نقل فرماتے ہیں: ”سردیوں میں بنی آدم کے دل نَرم ہوتے ہیں اِس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو مٹی سے پیدا کیا اور مٹی سردیوں میں نَرم ہوجاتی ہے“۔

(حلیۃ الأولیاء:5/216)

حرفِ آخر یہ کہ موسموں اور زمانوں کی تبدیلی کا مشاہدہ انسان روزمرہ کرتا ہے،سامانِ عبرت یہ ہے کہ اپنی ذات میں بدلاؤ کی فکر کرے۔اللہ حسن عمل کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

ذکر رفتگاں

جو بادہ کش تھے پرانے۔۔۔۔

حضرت مولانا خلیل الرحمٰن قاسمی رحمہ اللہ

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

علم وعمل کا حسین پیکر، تواضع وانکساری کا مجسم نمونہ، زہد وتقویٰ کے لباس میں ملبوس، خلوص وللّٰہیت کا روشن کردار، مثالی حافظ قرآن، مؤقر عالم دین، خادم اسلام حضرت مولانا خلیل الرحمٰن قاسمی ۱۵؍ربیع الاول ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۲؍اکتوبر 2021ء شب جمعہ طویل علالت کے بعد اس دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے۔

حضرت مولانا مرحوم ریاستِ تلنگانہ کے سینئر علماء دیوبند میں سے تھے، اپنی پوری زندگی خدمت دین میں صرف فرمادی، اور اپنے پیچھے تلامذہ و متعلقین کی بڑی تعداد چھوڑ گئے، اللہ پاک مغفرت ورضوان مقدر فرمائے، آپ کی ابتدائی تعلیم اودگیر ضلع لاتور میں ہوئی، پھر ہندوستان کی قدیم معروف دینی علمی درسگاہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۶۷ء، مطابق ۱۳۸۵ھ میں فراغت حاصل کی، فراغت کے بعد حیدرآباد ہی میں حضرت محی السنۃؒ کے قائم کردہ مدرسہ فیض العلوم میں تدریسی خدمت شروع فرمائی، پورے استقلال وخلوص کے ساتھ ۴۷؍سال تک خدمت انجام دیتے رہے، اس کے بعد ادارہ اشرف العلوم میں خدمت کے لئے رجوع ہوئے اور تادمِ آخر حتی المقدور برسرِ خدمت رہے۔

اوصاف وکمالات:

تواضع وانکساری: عباد الرحمٰن کی جو صفات اللہ پاک نے سورۃ الفرقان کے آخری رکوع کی آیات میں بیان فرمائی ہیں، ان میں پہلی آیت اسی صفت سے عبارت ہے، حضرت مولانا کے اندر یہ وصف بدرجہ اتم موجود تھا، بلکہ سراپا متواضع شخصیت کے حامل تھے، اپنے مقام ومرتبے اور نام ونمود کا کسی ادا سے اظہار نہ ہوتا تھا، گم نامی وخلوت نشینی پسند تھی، اپنے بڑوں کے سامنے ایک ادنیٰ خادم کی حیثیت سے رہتے، علماء وخدامِ دین کی بڑی قدر اور عزت فرماتے، اپنے چھوٹوں کو دیکھتے تو مخصوص انداز میں تبسم ومسکراہٹ کے ساتھ استقبال کرتے،

سلام ومصافحہ کے بعد گلے لگا لیتے ،اور بڑی اچھی دعائیں دیتے ،اور اُن کے اندر کوئی خاص قابل تعریف وصف ہوتا تو اُس کا ذکر ضرور کرتے اور ہمت افزائی فرماتے ، ملاقات کرنے والوں کی طبیعت ان سے ملنے کے بعد باغ باغ ہوجاتی ،اکابر علماء کی مدرسہ میں تشریف آوری ہوتی تو اُن کے بیان میں نہایت ادب واحترام کے ساتھ شریک ہوتے ،خالِ محترم حضرت مولانا عبدالقوی صاحب مدظلہ العالی کی تمام مجالسِ اصلاحی میں بڑے اہتمام اور ذوق وشوق کے ساتھ شرکت فرماتے ،عمر میں کافی بڑے ہونے کے باوجود بھی حضرت مولانا مدظلہٗ سے ارادت وبیعت کا تعلق قائم کیا، پھراس کے تقاضوں کو بہ حسن وخوبی نباہتے رہے۔ بہرحال زندگی کی ہر نقل وحرکت اور طرز وادا سے تواضع وعاجزی کا اظہار ہوتا تھا۔

زہدوتقویٰ: دنیا واسبابِ دنیا سے بے رغبتی جسے احادیثِ مبارکہ میں ’’زہد‘‘ سے تعبیر کیا گیا ہے،اور دل کا خشیتِ الٰہی ومعرفت رب کے نور سے منور ہونا ، جسے قرآن وحدیث میں تقویٰ کہا گیا ہے،مومن کی یہ دونوں مطلوبہ اوصاف حضرت مولانا کے اندر نمایاں نظر آتے تھے ، اسباب عیش وراحت سے کوئی مطلب نہ تھا ، زاہدانہ زندگی طبیعت میں رچ بس گئی تھی ،مکان آپ کا بالکل مختصر سادہ ظاہری ٹیپ ٹاپ سے خالی ،اسی مکان میں چھوٹا سا حجرہ اسی میں اپنے مختصر سے سامان کے ساتھ آپ آرام فرما ہوتے تھے،سادہ لباس زیبِ تن فرماتے سواری کبھی رہی تو استعمال کرلیا ورنہ اکثر یوں ہی پیدل نکل جاتے ،کوئی شناسا مل جاتا تو بیٹھ جاتے ؛ ورنہ یوں چلتے چلتے اپنے کام پورے کرلیتے ،اور بات جہاں قلب کے نورِ تقویٰ سے منور ہونے کی ہے اس سے شاید ہی کوئی آپ کا متعلق انکار یا تردد کرسکے،اس دولت کو حاصل کرنے کے لئے ابتداء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ سے پھران کے بعد فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود الحسن گنگوہی صاحبؒ اور پھر آخر میں حضرت محی السنۃؒ اور حضرت قاری امیر حسن صاحبؒ سے عقیدت ومحبت کا تعلق قائم کیا،اِن دونوں حضرات کے رخصت ہونے کے بعد حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلہ العالی سے اصلاحی تعلق کے لئے رجوع ہوئے۔تقویٰ و پرہیزگاری ہی کا نتیجہ تھا کہ ہمہ وقت ذکر اللہ میں مشغول نظر آتے تھے،تلاوت قرآن وسماعتِ قرآن محبوب ترین مشغلہ تھا،نماز باجماعت کا بہت اہتمام کرتے تھے،گرمی ہو یا سردی ، برسات کا موسم ہو یا معتدل،دن کا اجالا ہو یا رات کی تاریکی ،جیسے اذان ہوتی گھر سے نماز کے لئے نکل جاتے ،طہارت ونظافت کا لحاظ بہت تھا،تکلف و تصنع سے کوسوں دور تھے،کبھی وعظ ونصیحت کی گذارش کی جاتی بخوشی قبول کرتے ،سنت وشریعت کی طرف بڑے اچھے اور سادہ انداز میں توجہ دلاتے ،کوئی شرعی مسئلہ دریافت کرنا ہوتو بے تکلف اپنے چھوٹوں سے بھی پوچھ لیتے۔

استغناء وبے نیازی: بندہ کی ایمانی صفات میں ایک اہم صفت استغناء ہے،یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا

محتاج وفقیر سمجھنا اور لوگوں سے کسی خیر و بھلائی کی امید نہ رکھنا، یہ وصف علماءِ دین کے لئے کس قدر اہم ہے وہ اظہر من الشمس ہے، حضرت مولاناؒ کثیر العیال ہونے کے ساتھ ساتھ قلیل المعاش تھے، مدرسہ میں پڑھانے کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت کاروبار بھی کیا کرتے تھے، یہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے فروخت کرنے میں بھی کسی قسم کا عار محسوس نہ کرتے تھے، بہر حال جو ہو سکے محنت کر کے اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کی تکمیل کرتے تھے، زندگی کی کسی ضرورت کے لئے کبھی کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہیں کیا، اور نہ اس کی امید رکھی، باوجود ضعیف العمری کے خوب محنت کرتے، ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں میں سامان کی بڑی تھیلی لئے جارہے تھے میں گاڑی روک کر بٹھالیا تو دورانِ گفتگو فرمایا: حضرت مولانا۔۔۔۔صاحب تو میرے گھر کی پوری ذمہ داری لینے کے لئے تیار ہے اور یہ سب کام چھوڑنے کے لئے کہہ رہے ہیں، لیکن میں کہتا ہوں کہ جب تک ہمارے ہاتھ پیر سلامت ہیں تو دوسروں کے محتاج کیوں؟ باقی حضرت مولانا کا احسان وکرم ہے کہ انہوں نے ایسی بات کہی؛ اُس وقت مجھے ان کی شانِ بے نیازی کا احساس ہوا کہ واقعی اتنی اچھی پیش کش کے باوجود اپنے عزم وہمت پر مستقیم رہے، اور یہی شانِ عالمانہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُن کے اس وصف کی قدر فرمائی کہ آپ نے عزت وآرام اور پورے وقار واطمینان کے ساتھ اپنے گھر کا نظام چلایا، اور سارے بچے اور بچیوں کے نکاح بھی زندگی ہی میں بروقت ہوگئے۔

دین وشریعت سے وابستگی: انسان کی دائمی فلاح وکامیابی دین وشریعت سے پورے استقامت وللّٰہیت کے ساتھ وابستہ رہنے میں مضمر ہے، حضرت مولانا کو ہر معاملہ میں شریعت کے احکام اور سنت کے آداب کا بہت خیال رہتا تھا، جس کو اس کے خلاف دیکھتے بڑی محبت وپیار کے ساتھ اس کو سمجھاتے، خود بھی شریعت وسنت کے پیکر تھے، اپنی ساری اولاد کو مدارس دینیہ سے وابستہ کیا، سب کو حافظ قرآن، عالمِ بنایا، اور فراغت کے بعد سب کو دینی خدمات میں مشغول کیا، دوسروں میں بھی دین سے تعلق نظر آتا تو بے حد خوش ہوجاتے، کوئی قرآن مجید اچھے انداز سے پڑھتا تو خوشی سے گلے لگالیتے، یاد آنے پر بڑی تعریف کرتے۔ بہر حال آپ کی نظر میں شریعت وسنت سے وابستگی اور تعلق ہی سب دولتوں سے بڑھ کر بڑی دولت تھی۔ یہ اور اس جیسی نیک صفات آپ کے اندر تھیں، اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت نصیب فرمائے اور اپنی رضا وخوشنودی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

افاداتِ اکابر

ہدایہ سمجھ کر پڑھنے کی اہمیت

پیش کش: مولانا محمد انصار اللہ قاسمی*

حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلیٹ بینچ کے جج کی حیثیت سے وہاں سترہ سال کام کیا ہے۔ وہ اپنے ایک بیان میں وہاں کے تجربات سے متعلق فرماتے ہیں:

''شاید ہی کوئی شخص سپریم کورٹ میں اتنا عرصہ رہا ہو جتنا وقت میں نے وہاں گزارا۔ وہاں ہمارے درمیان جو مقدمات آتے تھے تو اس میں ہمارے جیسے کچھ طالب علم بھی جج کی حیثیت سے ہوتے تھے، جبکہ وہ حضرات بھی ہوتے تھے جن کی ساری زندگی وکالت یا قانون کی تعلیم و تربیت میں گزری۔ اتفاق سے ہمارا کام یہ ہوتا تھا کہ مروجہ قوانین کا جائزہ لینا اور اس کی ایک ایک شق کو گہری نظر سے دیکھنا ہوتا تھا۔ جو کچھ بحیثیت طالب علم ہم نے اپنے مدرسوں میں جو کچھ پڑھا، اس کی وجہ سے قانون کی بات ذرا جلدی سمجھ آجاتی تھی جبکہ بعض حضرات کو ذرا دیر لگتی تھی۔

ایک مرتبہ ہماری ایک مجلس بیٹھی ہوئی تھی جس میں معروف جج صاحبان بھی تھے، میں بھی تھا اور وہاں کسی قانون کی تشریح پر گفتگو ہو رہی تھی تو میں نے اس پر اپنی کچھ رائے ظاہر کی کہ اس کی تشریح درحقیقت یوں ہے۔

اس وقت جو چیف جسٹس تھے انہوں نے کہا کہ مجھے حیرت ہوتی ہے کہ انہوں نے ساری زندگی کبھی وکالت نہیں کی لیکن یہ قانون کی بات بہت تیزی سے پکڑتے ہیں، وہاں ایک دوسرے جج صاحب موجود تھے، انہوں نے کہا کہ ''ہاں انہوں نے ایل ایل بی کیا تھا اور سیکنڈ پوزیشن کے ساتھ کیا تھا۔''

اس پر میں نے عرض کیا کہ * یہ ایل ایل بی کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ میں نے ہدایہ پڑھی ہے اور الحمد للہ سمجھ کر پڑھی ہے۔ اگر قانون کی کوئی باریک بات اللہ تعالیٰ میرے دل میں ڈال دیتے ہیں تو وہ ایل ایل بی کی برکت سے نہیں بلکہ ہدایہ کی وجہ سے ہے۔

---

* سکریٹری مجلس تحفظ ختم نبوت ٹرسٹ تلنگانہ و آندھرا

ایل ایل بی میں نے اس طرح کیا تھا کہ امتحان سے صرف ایک مہینہ پہلے دارالعلوم سے چھٹی لے کر مطالعہ کیا اور امتحان دے دیا، مجھے احساسِ کمتری تھی کہ سارے لوگ پورا سال پڑھتے آرہے ہیں اور میں نے صرف ایک مہینہ پڑھا اسلئے جب امتحان ہوگا تو دوسروں کے ساتھ کیسے چل سکوں گا۔ میں جب امتحان دینے گیا تو جہاں امتحان سے پہلے طالب علم مذاکرہ کررہے ہوتے ہیں، وہاں پہنچ کر اندازہ ہوا کہ جنہوں نے سارے سال پڑھا ہے وہ بھی بعض اوقات وہ بات نہیں سمجھ پارہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھادی ہے، اور پھر جب امتحان کا نتیجہ آیا تو میری سیکنڈ پوزیشن تھی۔*

الحمدللہ فقہ اور اصولِ فقہ سے خصوصی مناسبت تھی اسلئے جب میں اپنی فقہ اور اصول فقہ کا وہاں کے قوانین، کا مطالعہ کیا کرتا تھا، جنہیں عدالتی زبان میں (interpretation of statutes) کہا جاتا ہے۔ وہ وہ ہماری فقہ کے مقابلے میں بچوں کا کھیل معلوم ہوتا تھا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اس عظیم ذخیرے سے، عظیم ورثے سے ہماری اکثریت ناواقف ہے اور اس میں شاید ہمارا بھی بڑا قصور ہے کہ ہم نے ان تک ان باتوں کو نہیں پہنچایا۔'' (معارف عثمانی:16 دسمبر 2021)

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی ندیم الدین قاسمی*

نماز کی نیت میں دل میں کچھ ہونا اور زبان سے کچھ اور نکل جانا

سوال: نماز شروع کرنے کے بعد یاد آیا کہ زبان سے عصر کی فرض نماز پڑھتا ہوں کے بجائے ظہر کی فرض پڑھتا ہوں نکل گیا تو نماز عصر ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: دل میں عصر کی نیت تھی؛ مگر زبان سے ظہر کا لفظ نکل گیا تو مضائقہ نہیں، نمازِ عصر ہو جائے گی۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ۵/۲۹)

جمائی لیتے ہوئے آواز کا نکلنا

سوال: نماز میں ایک شخص نے جمائی لی، اور جمائی لیتے وقت آواز نکلی، جس سے ایک دو حرف ظاہر ہو گئے، تو کیا اس سے نماز فاسد ہو جائے گی یا نہیں؟

جواب: مجبوری کی وجہ سے جمائی لی ہو، اور احتیاط کرتا ہو کہ آواز نہ نکلے، تو معاف ہے، اور اگر اس میں احتیاط نہ کرتا ہو، اور بے احتیاطی کی وجہ سے آواز نکلے، اور حروف پیدا ہوں تو اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتاوی رحیمیہ ۵/۱۱۵)

رکعت فوت ہو جانے کے خوف سے صف سے دور رہ کر تکبیر تحریمہ کہہ ڈالنا

سوال: امام رکوع میں ہو، اب اگر بعد میں آنے والا شخص صف تک پہنچ کر نماز شروع کرتا ہے، تو امام کو رکوع میں پا نہیں سکتا، اور رکعت فوت ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں اندرونِ مسجد صف سے دور کھڑے رہ کر تحریمہ باندھ لے اور اُسی جگہ نماز ادا کرلے تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

جواب: صف میں جگہ ہونے کے باوجود صف سے دور الگ کھڑے ہو کر نماز ادا کرنا مکروہ ہے، صف تک پہنچ کر نماز شروع کرے، چاہے رکعت فوت ہو جائے؛ اس لئے کہ فضیلت حاصل کرنے کی بہ نسبت مکروہ سے بچنا اولیٰ ہے۔ (فتاویٰ رحیمیہ ۵/۱۳۴)

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-
RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/20-22
Date of Publication 3rd Jan-22, date of Posting 5th Jan-22
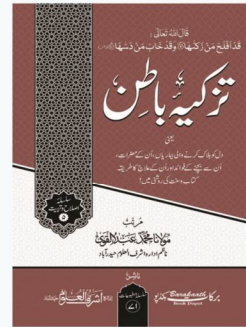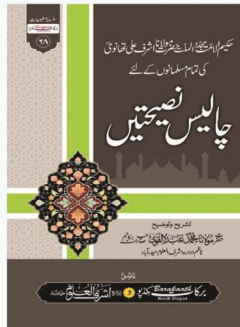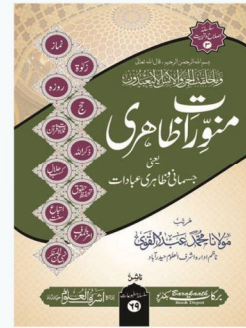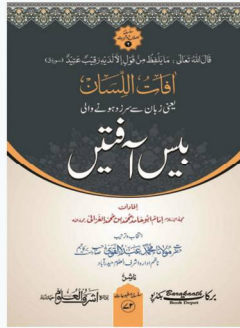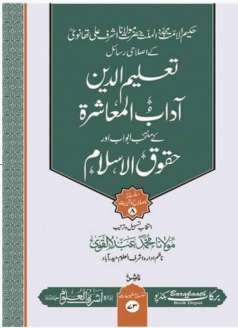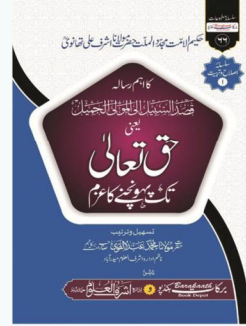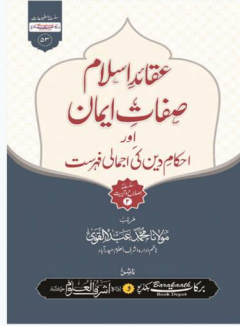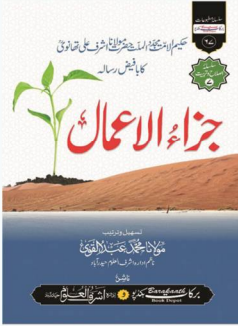
Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059
Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59